مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ الامداد لاہور پاکستان

مدیر مسئول (مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی

مدیر ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

جلد ۲۰ | ذی القعدہ سنہ ۱۴۴۰ھ | جولائی ۲۰۱۹ء | شمارہ ۷

الکمال فی الدین للنساء

خواتین اسلام اور تکمیل دین کا طریقہ کار

از افادات

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ =/۴۰ روپے زر سالانہ =/۴۰۰ روپے

ماہنامہ الامداد لاہور

35422213
35433049

پتہ دفتر جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ

۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

ناشر: (مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی

مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس

۲۰/۱۳ ریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور

مقام اشاعت

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ لاہور پاکستان

وعظ

الکمال فی الدین للنساء
(خواتین اسلام اور تکمیل دین کا طریقہ کار)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے یہ وعظ محمد رفیع صاحب کے مکان پر ۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ بعد ظہر بروز سہ شنبہ اڑھائی گھنٹہ بیٹھ کر ارشاد فرمایا:

سامعین کی تخمینی تعداد تقریباً دو سو تھی اور مستورات کی تعداد معلوم نہ ہوسکی۔ مولانا ظفر احمد عثمانی نے قلمبند فرمایا۔

اللہ تعالیٰ تمام قارئین کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

الکمال فی الدین للنساء

(خواتین اسلام اور تکمیل دین کا طریقہ کار)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱.........	تمہید...	۷
۲.........	تربیت اولاد...	۷
۳.........	فضیلت وعظ...	۹
۴.........	دوران تقریر باہم گفتگو کرنے پر تنبیہ...	۱۰
۵.........	مرتبہ نسواں...	۱۰
۶.........	صحابیات کی تمنا...	۱۲
۷.........	قرآن اور ذکرِ نسواں...	۱۳
۸.........	درجات مرد وزن...	۱۵
۹.........	دین وخواتین...	۱۶
۱۰.........	طریق حصول دین کامل...	۱۷
۱۱.........	غفلتِ نسواں...	۱۸
۱۲.........	ناشکری وحرص...	۱۹
۱۳.........	تقلید مغرب...	۲۱
۱۴.........	پردہ کی سختی...	۲۳
۱۵.........	فیشن پرستی...	۲۵
۱۶.........	حقیقت حرص...	۲۶
۱۷.........	اختلاط نسواں...	۲۷
۱۸.........	شرائط اختلاطِ نسواں...	۲۸
۱۹.........	طریق اختلاط...	۲۹
۲۰.........	دین ودنیا...	۳۰

۲۱........	حقیقت کمالات..............................	۳۱
۲۲........	حقیقت فاتحہ..............................	۳۲
۲۳........	حقیقت تکبر..............................	۳۳
۲۴........	حقیقت نسبت..............................	۳۴
۲۵........	عمل وناز..............................	۳۷
۲۶........	نتیجہ عبادت ناقص..............................	۳۸
۲۷........	طریقِ معمول دینِ کامل..............................	۳۹
۲۸........	حقیقت وعظ..............................	۴۰
۲۹........	نصاب تعلیم نسواں..............................	۴۱
۳۰........	مذمتِ ناول..............................	۴۳
۳۱........	فرائضِ مَرد..............................	۴۳
۳۲........	کوتاہی نمازِ نسواں..............................	۴۴
۳۳........	کوتاہی روزہ نسواں..............................	۴۷
۳۴........	ترغیبِ زکوٰۃ..............................	۴۹
۳۵........	پَردہ میں کوتاہی..............................	۴۹
۳۶........	تعظیمِ شوہر..............................	۵۲
۳۷........	فضول خرچی..............................	۵۳
۳۸........	فضول رسوم..............................	۵۴
۳۹........	خلاصہ..............................	۵۶
۴۰........	عورتوں کے لیے نیک صحبت کا طریقہ..............................	۵۶
۴۱........	اصلاحِ نسواں کی پہلی صورت..............................	۶۰
۴۲........	اصلاحِ نسواں کی دوسری صورت..............................	۶۱
۴۳........	ایک علمی اشکال اوراس کا جواب..............................	۶۳
۴۴........	خلاصہ کلام..............................	۷۰
۴۵........	أخبار الجامعۃ..............................	۷۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۂ ماثورہ

الحمد للہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم اما بعد:

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

{یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ}(۱)

تمہید

بیان کرنے سے پہلے اتنا کہہ دینا مناسب ہے کہ اگر مردوں کو آواز کم پہنچے یا مضامین ان کے مناسب کم ہوں تو وہ مجھ کو معذور سمجھیں کیونکہ یہ بیان خاص عورتوں کے لیے ہے۔ اول تو اس بیان سے مقصود وہی ہیں مردوں میں اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے دوسرے عورتوں کو مواعظ کے سننے کا بھی موقع کم ملتا ہے اس لیے ضرورت اس کی ہے کہ گاہے گاہے(۲) خاص ان کے مناسب مضامین بیان کئے جائیں تاکہ ان کو بھی اپنی اصلاح کا طریقہ معلوم ہو۔ مردوں کو مواعظ سننے کا بہت موقع ملتا رہتا ہے دوسرے ان کو وقتاً فوقتاً علماء سے ملنے کا بھی، بیچاری مستورات کو اس کا بھی موقع نہیں ملتا۔ اس لیے ان کی اصلاح کے لیے خاص طور پر اہتمام کی ضرورت ہے کہ ایک بیان ایسا ہو جس میں انہیں کے مناسب مضامین ذکر کئے جائیں۔

تربیت اولاد

پھر عورتوں کے متعلق بچوں کی بھی تربیت ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ بچہ ابتدائے عمر

(۱) ''اے ایمان والو! تقویٰ حاصل کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ'' سورۃ التوبہ: ۱۱۹ (۲) کبھی کبھی۔

میں اپنی ماؤں کے پاس زیادہ رہتے ہیں باپ کے پاس کم رہتے ہیں۔ اس لیے بچوں کی تربیت اسی طرح عمدہ ہوسکتی ہے کہ مستورات کی اصلاح ہوجائے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ابتدائے عمر میں بچوں کو سمجھ ہی کیا ہوتی ہے جو وہ اچھی یا بری بات سے اثر لیں۔ بچپن میں ان کا تربیت کرنے والا خواہ کیسا ہو، سمجھ آنے کے بعد کسی نیک آدمی کے پاس ان کو رکھنے کی ضرورت ہونی چاہئے۔ سوخوب سمجھ لیجئے کہ یہ خیال غلط ہے بچپن میں جبکہ بچہ دودھ پیتا ہے اس وقت بھی اس کے دماغ میں اخذ کا مادہ ہوتا ہے گو وہ زبان سے کچھ نہ کہہ سکے اور اس کی مثال ایسی ہوتی ہے کہ جیسے فوٹوگراف (۱) کہ تم جو کچھ کہتے ہو وہ سب اس میں جاکر محفوظ و منقش ہوجاتا ہے گو اس وقت آواز نہ نکلے لیکن جس وقت ان نقوش پر سوئی چلے گی وہ سب باتیں اس میں سے بعینہ نکلیں گی۔ یہی حال بچوں کے دماغ کا ہے۔ کہ ابتدائے عمر میں بھی وہ سب باتوں کو اخذ کرکے محفوظ کرلیتا ہے گو اس وقت ان پر عمل نہ کرسکے یا زبان سے ظاہر نہ کرسکے پھر جب اس میں قوت عمل و نطق (۲) کامل ہوجاتی ہے تو پہلی باتوں کے آثار اس سے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ ایک تجربہ کار کا مقولہ ہے کہ بچوں کی اصلاح کا وقت پانچ سال تک ہے۔ اس عرصہ میں جتنے اخلاق اس میں پختہ ہونے ہوتے ہیں پختہ ہوجاتے ہیں۔ اس کے بعد اس میں پھر کوئی عادت پختہ نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہم جس زمانہ کو ناسمجھی کا زمانہ خیال کرتے ہیں وہی وقت بچوں کی اصلاح کا ہے اور بچے اسی زمانہ میں سب کچھ اخذ (۳) کرلیتے ہیں ایک مسماۃ نے بیان کیا کہ بچوں کی اصلاح کا سہل طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے بچہ کی کامل طور پر تربیت کردی جائے پھر سارے بچے اسی جیسے اٹھیں گے، جیسے کام کرتا ہوا اس کو دیکھیں گے اگلے بچے بھی وہی کام کریں گے اور اس کی عادتیں خصلتیں سیکھ لیں گے غرض بچوں کی تربیت چونکہ زیادہ تر عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے ان کی اصلاح سے مردوں کی بھی اصلاح متوقع ہے کیونکہ یہ بچے ایک وقت مرد بھی بنیں گے۔ ان وجوہ سے اس وقت کا بیان زیادہ تر مستورات کے لیے مخصوص ہوگا لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ مردوں کے لیے یہ بیان کسی درجہ میں بھی مفید نہ ہوگا کیونکہ اس میں بھی آخر احکام شرعیہ ہی

(۱) ٹیپ ریکارڈ میں یا ریکارڈ پلییئر میں محفوظ ہوتا ہے (۲) عمل کرنے اور بولنے کی طاقت آتی ہے (۳) سیکھ لیتے ہیں

کا بیان ہوگا۔ اور احکام اکثر مردوں اور عورتوں میں مشترک ہی ہیں البتہ طرز بیان میں مردوں کی دلچسپی کا لحاظ نہ کیا جائے گا بلکہ زیادہ تر عورتوں کی دلچسپی کے مضامین ہوں گے سو دلچسپی اگر نہ ہوئی بلا سے نہ ہو یہ مقصود تھوڑا ہی ہے اور جو مشترک نہ ہو تب بھی ایک نفع تو یقینا سب کو ہے۔

فضیلت وعظ

وہ یہ کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب کہیں اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو فرشتوں کی ایک جماعت وہاں مجتمع ہوجاتی ہے پھر وہ ذاکرین کے اوپر سکینہ نازل کرتے ہیں پھر جب وہ حق تعالیٰ کے پاس چلے جاتے ہیں تو وہاں سوال ہوتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا وہ عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ ہم نے ان کو آپ کا ذکر کرتے ہوئے چھوڑا حق تعالیٰ سوال فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے ہم کو دیکھا ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ نہیں یا اللہ انہوں نے آپ کو دیکھا نہیں اگر دیکھ لیتے تو اس سے بھی زیادہ کوشش کرتے پھر سوال ہوتا ہے کہ وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ آپ سے جنت اور آپ کی رضا کو طلب کرتے ہیں اور آپ کی ناراضگی اور جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ گواہ رہو ہم نے ان سب کو بخش دیا۔ اس پر بعض فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ فلاں شخص تو ذکر کے قصد سے نہ آیا تھا ویسے ہی آ کر ان کے پاس بیٹھ گیا تھا ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اس کو بھی بخش دیا یہ جماعت ایسی نہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم ہو۔ یہ تو حدیث کا مختصر مضمون ہے اور ظاہر ہے کہ وعظ کی مجلس بھی مجلسِ ذکر ہے اس میں خدا تعالیٰ کے احکام کا ذکر ہوتا ہے اور یہ بھی ذکر اللہ ہی ہے ذکر اللہ فقط تسبیح وتہلیل وغیرہ میں منحصر نہیں صاحب حصن حصین نے اس مسئلہ پر متنبہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں بل کل مطیع اللّٰہ فھو ذاکر، کہ ہر شخص جو خدا کی اطاعت میں مشغول ہو وہ ذاکر ہی ہے۔ تو اگر مردوں کو اس بیان سے دلچسپی بھی نہ ہوئی تو یہ نفع کیا تھوڑا ہے کہ وہ جتنی دیر مجلس وعظ میں بیٹھے رہیں گے اتنی دیر تک وہ ملائکہ کی صحبت سے مستفید ہوں گے اور ذاکر شمار ہوں گے اور رحمت ومغفرت کے مورد ہوں گے۔

دورانِ تقریر باہم گفتگو کرنے پر تنبیہ

اس وقت کچھ مستورات کی باتوں کی آواز آئی، حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ بھائی اس وقت باتیں نہ کرو بلکہ غور سے ہماری باتوں کو سنو یہ کیا انصاف ہے کہ ہم تو تمہارے لیے اپنا وقت اور دماغ صرف کریں اور تم اس کی بے قدری کرو اور تھوڑی دیر کے لیے بھی تم اپنی باتیں قطع نہ کرو۔ اول تو یہ تہذیب کے بھی خلاف ہے دوسرے شریعت کے بھی خلاف ہے علماء نے لکھا ہے کہ جس طرح خطبہ جمعہ کا سننا فرض ہے اور اس وقت باتیں کرنا حرام ہے اسی طرح جس مجلس میں بھی احکام شرعیہ بیان ہورہے ہوں، وہاں خاموش رہنا اہل مجلس کے ذمہ لازم ہے باتیں کرنے سے گناہ ہوتا ہے پس جن مستورات کو باتیں کرنا ہوں وہ یہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی جائیں تاکہ گناہ سے بھی محفوظ رہیں اور دوسرے سننے والیوں کے سننے میں خلل انداز بھی نہ ہوں تیسرے باتیں کرنے سے بیان بھی خبط ہوجاتا ہے بیان کرنے والے کے ذہن میں مضامین کی آمد بند ہوجاتی ہے کیونکہ مضامین کی آمد نشاط وانشراح قلب پر موقوف ہے اور سامعین کی بے توجہی دیکھ کر بیان کرنے والے کی طبیعت مکدر(۱) ہوجاتی ہے۔ بعض دفعہ جو راتوں کو مجھے بیان کرنے کا اتفاق ہوتا ہے تو بعض لوگ اس وقت اُونگھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اُونگھنے والے کی صورت دیکھ کر مجھے مضمون کی آمد بند ہوجاتی ہے پس یہ سخت ناانصافی ہے کہ میں تو اپنا دماغ صَرف کروں، آپ کے لیے اپنا وقت خرچ کروں اور تم اس کی یہ قدر کرو کہ اپنی اپنی باتوں میں لگی رہو باتوں کے لیے ساری عمر پڑی ہے جب میں چلا جاؤں گا پھر جتنی چاہے باتیں کرلینا۔

مرتبہ نسواں

اس وقت جو آیت میں نے تلاوت کی ہے یہ وہی آیت ہے جو پرسوں مردوں کے سامنے تلاوت کی گئی تھی۔ اس وقت اُسی آیت کو اختیار کرنے کی چند وجوہ ہیں ایک تو یہ کہ بعض مضامین اس آیت کے متعلق اس روز بیان سے رہ گئے تھے دوسرے یہ بھی بتلانا

(۱) پریشان۔

مقصود ہے کہ حق تعالیٰ نے جس طرح مردوں کو کمال دین حاصل کرنے اور اپنی اصلاح کرنے کا حکم فرمایا ہے وہ حکم عورتوں میں بھی مشترک ہے گو خطاب صیغہ کے اعتبار سے بظاہر مردوں کو ہے۔ لیکن حکم مشترک ہے پس کسی کو یہ خیال نہ ہو کہ حق تعالیٰ کو مردوں ہی کی طرف توجہ ہے عورتوں کا اعتناء نہیں ہے یہ وہم پہلے بھی ہو چکا ہے اور منشاء اس وہم کا محبت ہے حدیث میں آتا ہے کہ ازواجِ مطہرات میں سے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں دیکھتی ہوں کہ حق تعالیٰ احکام میں مردوں ہی کا ذکر فرماتے ہیں ہمارا (یعنی عورتوں کا) ذکر نہیں فرماتے ازواج مطہرات کو یہ خیال اس لیے بھی ہوا کہ وہ صاحب زبان تھیں عربی زبان کو خوب سمجھتی تھیں اور عربی میں مذکر ومؤنث کے لیے جدا جدا صیغے استعمال کئے جاتے ہیں تو ان کو تمام احکام میں مذکر صیغے دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ حق تعالیٰ ہم کو خطاب نہیں فرماتے نہ ہمارا ذکر فرماتے ہیں اور ہماری مستورات تو عربی زبان حاصل ہی نہیں کرتیں اور یہ بھی ایک بڑی کمی ہے جس کا افسوس ہوتا ہے کیونکہ پہلے زمانہ میں عورتیں بھی مثل مردوں کے عربی کی تحصیل کرتی تھیں تو عربی زبان سے ناواقف ہونے کے سبب مذکر ومؤنث کے صیغوں کا فرق وہ نہیں سمجھ سکتیں اور اگر ترجمہ پڑھیں گی تو اس میں ان صیغوں کا اردو ترجمہ نظر سے گزرے گا اور اردو میں خطاب کا صیغہ مردوں وعورتوں میں مشترک ہے دونوں کے لیے الگ الگ صیغہ موضوع نہیں (۱) مثلاً وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ وَاتَّقُوا للّٰه، کا ترجمہ یکساں ہوگا دونوں جگہ اردو میں یہی بولتے ہیں کہ خدا سے ڈرو، خواہ اس کے مخاطب مرد ہوں یا عورتیں۔ اس لیے اوامر ونواہی کے صیغوں میں وہ ترجمہ دیکھ کر یہ نہیں سمجھ سکتیں کہ یہ خطاب خاص مردوں کو ہے لیکن پھر بھی بعض جگہ اردو ترجمہ سے بھی مردوں کی تخصیص سمجھ میں آسکتی ہے مثلاً یٰاَیُّهَا النَّاسُ کا ترجمہ ہے اے لوگو! اور یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا ترجمہ ہے اے ایمان والو! یہ وعظ اردو میں بھی مردوں کے لیے مخصوص ہے عورتوں کو اے لوگوں یا اے ایمان والو کہہ کر ندا نہیں کر سکتے بلکہ اگر ان کو خطاب خاص ہوگا تو اے عورتوں! یا اے ایمان والیو! کہا جائے گا۔ پس ہر چند کہ اوامر ونواہی کے صیغوں میں ترجمہ دیکھ کر ان کو تخصیص رجال کا وہم نہیں ہوسکتا مگر ندا کے صیغوں میں ان کو بھی وہم ہوسکتا ہے اور ازواج مطہرات تو اس فرق کو خطاب کے مواقع میں بھی

(۱) الگ الگ صیغہ نہیں بنایا گیا۔

سمجھتی تھیں، اس لیے ان کو غایت محبت کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا کہ ہائے اللہ تعالیٰ ہم کو خاص طور پر خطاب نہیں فرماتے جیسا مردوں کو خطاب فرماتے ہیں۔ دیکھئے وہ عورتیں کیسی تھیں اللہ اکبر! ان کا کیسا مزاج تھا اگر آج کل کی عورتوں جیسی وہ سست اور کم ہمت اور کام چور ہوتیں تو یوں سمجھتیں کہ اچھا ہوا ہم ان احکام سے بچ گئے کیونکہ ان میں تو خاص مردوں کو مخاطب بنایا گیا ہے۔ مگر اس زمانہ میں مستورات کو اس کا وہم بھی نہیں ہوا کہ یہ احکام ہمارے لیے نہیں ہیں بلکہ وہ خوب سمجھتی تھیں کہ احکام سب کو عام ہیں بجز چند مخصوص باتوں کے جن کا مردوں کے ساتھ خاص ہونا دوسرے دلائل سے ان کو معلوم ہو گیا تھا اور ایسی خصوصیت عورتوں کے لیے بھی ہے کیونکہ بعض احکام صرف عورتوں ہی کے لیے مخصوص ہیں مردوں کے لیے نہیں ہیں ان کے علاوہ بقیہ احکام میں جن کا کسی کے لیے خاص ہونا دلائل سے معلوم نہ ہوا تھا انہوں نے یہی سمجھا کہ مردوں اور عورتوں سب کے لیے مشترک ہیں گو لفظاً خطاب خاص مردوں کو کیا گیا ہے ۱۲۔

صحابیات کی تمنا

اور عموم احکام پر نظر کر کے پھر ان کو یہ تمنا ہوئی کہ جب یہ احکام سب کو عام ہیں تو ان میں ہمارا تذکرہ بھی ہوتا تو اچھا تھا ان کے دل نے اس کو گوارا نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ تمام احکام میں مردوں کے واسطہ ہی سے ان کو خطاب فرما دیں۔ ان کا جی چاہتا تھا کہ کبھی کبھی ہم کو مردوں سے جدا کر کے بھی خطاب فرمادیا کریں اور وجہ اس تمنا کی یہ تھی کہ ان کو خدا تعالیٰ سے محبت تھی۔ (اور عاشق کا دل چاہا کرتا ہے کہ اس کا ذکر کبھی تو محبوب کی زبان پر آجایا کرے ؎

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے ۱۲ جامع)

خدا تعالیٰ کا کسی کو اپنے احکام کا مخاطب بنانا ایک بڑا شرف ہے جو مردوں کو حاصل تھا تو ازواج مطہرات کو اس کی تمنا ہوئی کہ اس شرف سے ہم بھی محروم نہ رہیں۔ (اس وقت پردہ کے پیچھے سے پھر عورتوں کی کچھ آواز آئی۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ بھائی باتیں کرنے سے طبیعت اُچاٹ ہوئی جاتی ہے مضمون گڑ بڑ ہوجاتا ہے اگر تم اپنی باتیں بند نہیں کرتیں تو پھر ہم سے کہہ دو ہم اپنی باتوں کو بند کر دیں ورنہ اس کی احتیاط رکھو اول تو اس وقت باتیں کرنا جائز نہیں جیسا کہ ابھی میں نے حکم بتلایا تھا اور اگر

کسی کی طبیعت باتوں سے نہیں رُکتی تو بلند آواز سے نہ کرو آہستہ ہی سے کرلو ۱۲) غرض وہ عورتیں دین کی عاشق تھیں وہ اپنے اوپر بوجھ لادنا چاہتی تھیں وہ یہ نہ چاہتی تھیں کہ ہم احکام کے مخاطب نہ بنیں تو اچھا ہے کیونکہ ان کو دین کے ثمرات پر اطلاع تھی اور وہ جانتی تھیں کہ دین کے ثمرات ایسے ہیں کہ ان کے لیے محنت کرنا کوئی چیز نہیں اسی پر یہ آیت نازل ہوئی فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ۔(۱) یعنی احکام میں کسی کی کچھ تخصیص نہیں جو کوئی بھی عمل کرے مرد ہو یا عورت سب کو اجر ملے گا اور کسی کا عمل ضائع نہ ہوگا۔ باقی رہی خصوصیت خطاب کی وجہ سو وہ یہ ہے بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ کہ تم دونوں آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو پس حکم بھی دونوں کا یکساں ہے اس لیے ضرورت جدا خطاب کرنے کی نہیں اس کے بعد بعض جگہ خاص عورتوں کو بھی خطاب کیا گیا ہے جیسے یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ الخ(۲) میں دور تک ازواج مطہرات کو خطاب ہے اور وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (۳) میں سب مسلمان عورتوں کو ایک خاص حکم کا مخاطب بنایا گیا ہے اس سے اس وہم کا ازالہ مَنْ كُلِّ الْوُجُوْہ ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ مردوں کی طرح حق تعالیٰ کو عورتوں پر بھی عنایت ہے اور بعض جگہ مذکر ومؤنث کے دونوں صیغے مخلوط لائے گئے ہیں۔

قرآن اور ذکرِ نسواں

چنانچہ اس آیت میں اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا

(۱) ”سو منظور کیا ان کی درخواست کو ان کے رب نے اس وجہ سے کہ میں کسی شخص کے کام کو جو کہ تم میں سے کام کرنے والا ہو اکارت نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو، تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو (سورہ آل عمران:۱۹۵
(۲) ”اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو“ سورہ الاحزاب:۳۲ (۳) ”اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں“ سورۃ النور:۳۱۔

وَّالذّٰكِرٰتِ لا اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔ (۱)

اس آیت میں مردوں اور عورتوں دونوں کا ذکر دوش بدوش (۲) کیا گیا ہے (اور عورتوں کی تمنا کا مقتضیٰ یہ تھا کہ اس جگہ صرف عورتوں ہی کا ذکر ہوتا۔ مردوں کا ذکر ان کے ساتھ مخلوط نہ کیا جاتا مگر اس خلط میں اشارہ ہوگیا جواب کی طرف کہ چونکہ اکثر احکام مردوں اور عورتوں میں مشترک ہیں چنانچہ یہی احکام دیکھ لو کہ ان میں کسی کی کچھ تخصیص نہیں اس لیے عورتوں کا ذکر جدا کرنے کی ضرورت نہیں جو احکام مردوں کے لیے ہیں وہی عورتوں کے لیے ہیں ۱۲ جامع) رہی یہ بات کہ ہر جگہ ایسا ہی کیوں نہ کیا گیا جیسا اس آیت میں دونوں کا ذکر ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کی دو وجہ ہیں ایک وجہ تصحیح کی، اور ایک وجہ ترجیح کی۔ تصحیح کی وجہ تغلیب ہے (تغلیب کے معنی یہ ہیں کہ ایک نوع کو دوسری نوع پر عمل دیکر ایک کو ذکر کرکے دونوں کا ارادہ کرلیا جائے ۱۲ جامع) مثلاً باپ ماں کو والدین یا ابوین کہا کرتے ہیں۔ اسی طرح اہل عرب چاند اور سورج کو قمرین کہہ دیتے ہیں حالانکہ ابوین کا لفظی ترجمہ ہے دو باپ اور قمرین کا ترجمہ ہے دو چاند۔ ظاہر میں باپ ماں کو ابوین کہنا غلط معلوم ہوتا ہے ان کو اب و ام (۳) کہنا چاہئے اسی طرح چاند اور سورج کو قمرین کہنا بھی بظاہر غلط ہے، ان کو ''شمس وقمر'' کہنا چاہیئے۔ لیکن چونکہ اس طرح عبارت طویل ہوجاتی ہے اس لیے اہلِ زبان اَب واُم کی جگہ تغلیبا بغرض اختصار ابوین اور شمس وقمر کی جگہ قمرین کہہ دیتے ہیں اسی طرح اگر قرآن میں مردوں اور عورتوں کے لیے جدا جدا صیغہ استعمال کیا جاتا تو کلام طویل ہوجاتا اس لیے تغلیباً صیغہ مذکر ہی میں مؤنث کو بھی داخل کرلیا گیا جس سے کلام میں اختصار پیدا ہوگیا۔ البتہ ایک دو جگہ عورتوں کے وہم مذکور کو دفع کرنے کے لیے ان کے واسطے جدا صیغے بھی استعمال کئے گئے

(۱) ''بیشک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت خدا کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے'' (۲) ساتھ ساتھ (۳) باپ اور ماں۔

تا کہ ان کی تسلی ہوجائے اور اتنی مقدار سے ایجاز کلام بھی فوت نہیں ہوتا۔

درجات مرد وزن

اور ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ عورتیں تابع ہیں مردوں کے ہر طرح سے، خلقت کے اعتبار سے بھی۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کے ایک جزو سے حوا علیہا السلام کی پیدائش ہوئی ہے۔ یعنی حق تعالیٰ نے ان کی بائیں پسلی میں سے کوئی مادہ نکالا پھر اس مادہ سے حوا علیہا السلام کو پیدا کیا جس کا اثر یہ ہے کہ عورتیں عموماً مردوں سے خلقۃً (۱) کمزور ہوتی ہیں ان کے تمام قویٰ جسمانی اور دماغی مردوں کے برابر نہیں ہوتے نیز تربیت کے اعتبار سے بھی وہ مردوں کے تابع ہیں چنانچہ کمانا اور کھیتی کرنا تجارت کرنا محنت ومشقت کے کام کرنا مردوں کے متعلق ہے اور پکانا کھانا عورتوں کے متعلق ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی اصل یہ ہے کہ وہ پردہ دار ہوں اور تعلقات انتظامیہ کے لیے پردہ مانع ہے اس لیے امور انتظامیہ ان کے متعلق نہیں ہوسکتے۔ انتظام کا تعلق مردوں ہی سے ہوسکتا ہے اس وجہ سے تمام تر تعلق انتظام کا مردوں کے سپرد کیا گیا پس جہاں دیگر انتظامات ان کے متعلق ہیں وہاں عورتوں کی اصلاح کا انتظام بھی مردوں کے سپرد کیا گیا اور جب مردوں کے متعلق عورتوں کی اصلاح کا انتظام ہے تو وہ ان کے سردار ہوئے اور یہ قاعدہ ہے کہ سلطنت کی طرف سے جو احکام صادر ہوا کرتے ہیں ان کے مخاطب سردار ہوتے ہیں۔ رعایا کو مخاطب نہیں کیا جاتا نہ اس کی کچھ ضرورت سمجھی جاتی ہے کیونکہ لوگ خود سمجھ لیں گے کہ جب سردار ان احکام کے مخاطب ہیں تو چھوٹے بھی ان کے ساتھ ضرور شریک ہیں پھر سردار اپنے ماتحت لوگوں کو ان احکام کی اطلاع بھی کردیتے ہیں اور ان سے کام بھی لیتے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں اکثر مردوں کو احکام کا مخاطب بنایا گیا ہے چونکہ وہ عورتوں پر سردار ہیں تو ان کے مخاطب ہونے سے عورتوں کا ان احکام میں شریک ہونا خود سمجھ میں آجاتا ہے پھر مردوں کے ذمہ ہے کہ عورتوں کو احکام سے بھی اطلاع کریں اور ان سے کام بھی لیں۔

کیونکہ سرداروں کے ذمہ یہ کام ہمیشہ ہوتا ہے کہ اپنے ماتحت لوگوں کو احکام

(۱) پیدائشی طور پر

سلطنت سے مطلع کرتے رہیں اور ان سے کام لیں اگر وہ اس میں کوتاہی کریں گے تو ان سے بھی باز پرس ہوگی۔ افسوس ہے کہ آج کل مردوں نے یہ بات تو یاد کرلی ہے کہ ہم عورتوں کے سردار ہیں مگر ان کو یہ خبر نہیں کہ سردار کے فرائض کیا ہوتے ہیں۔ وہ نہ تو عورتوں کو احکام سے مطلع کریں اور مطلع کریں کس طرح، سردار صاحب کو خود ہی خبر نہیں اور نہ ان سے کام لیں یعنی جن کو احکام معلوم بھی ہیں اور وہ عورتوں کو احکام سے بھی مطلع کرتے ہیں وہ اس کی نگہداشت نہیں کرتے کہ ہمارے گھروں میں ان احکام پر عمل بھی ہو رہا ہے یا نہیں۔ غرض جو احکام ایسے ہیں جن میں اشتراک کی خاصیت ہے، جیسے نماز روزہ وغیرہ ان میں مردوں کو خطاب کافی ہے۔

دین وخواتین

اس تمہید کے بعد یہ بات سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ اس آیت میں جو کہ میں نے اس وقت تلاوت کی تھی جس طرح حق تعالیٰ نے مردوں کو تکمیل دین کا حکم فرمایا ہے اسی طرح وہ حکم عورتوں کے لیے بھی ہے اور جو طریق کمال دین کے حاصل کرنے کا مردوں کے لیے اس میں مذکور ہے وہ طریق عورتوں کے لیے بھی ہے پس حق تعالیٰ فرماتے ہیں: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔[1] یہ تو اس آیت کا ترجمہ ہے اور پہلے بیان میں اس بات کو اچھی طرح ثابت کر دیا گیا ہے کہ تقویٰ اور صدق سے کمالِ دین مراد ہے۔

پس حاصل یہ ہوا کہ اے مسلمانو! دین میں کمال حاصل کرو کاملین کے ساتھ رہو، پس اس میں اولاً حق تعالیٰ نے تکمیل دین کا حکم فرمایا ہے۔ پھر اس کا طریق بتلایا ہے کہ دین میں کامل ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ راسخ فی الدین[2] ہیں۔ ان کی

(۱) ’’اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو (خدا سے ڈرو) اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ‘‘ سورۃ التوبہ:۱۱۹ (۲) احقر جامع عرض کرتا ہے کہ اس آیت سے اشارۃً یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جب تک دنیا میں قرآن اور اسلام کا وجود ہے اس وقت تک ہر زمانہ میں کاملین کا بھی وجود ضرور رہے گا کیونکہ جب تک دنیا میں قرآن ہے اس وقت تک ہر شخص اس آیت کا مخاطب ہے اور اس آیت میں کمالِ دین کا طریقہ صحبتِ کاملین بتلایا گیا ہے بصورتِ امر جس کا امتثال بدوں تحقیق کاملین کے نہیں ہوسکتا اور اوامر شرعیہ کے لیے متعدد الامتثال ہونا خلاف اصل ہے اس لیے یہ مدعی ثابت ہوگیا کہ ہر زمانہ میں کاملین کا وجود ضرور رہے گا گو وہ قلیل ہی ہوں پس جو لوگ یہ کہدیا کرتے ہیں کہ صاحب آج کل اہل کمال کہاں ہیں اب تو کمال کا حاصل ہونا دشوار ہے یہ آیت اشارۃً ان پر رد کرائی ہے۔ فافہم ۱۲ جامع۔

صحبت حاصل کرو کیونکہ کاملین کی صحبت سے اعمال میں سہولت بھی ہوتی ہے اس طرح سے کہ ان کی برکت سے تقاضائے نفس مضمحل ہوجاتا ہے جو کہ اکثر اعمال میں مزاحم ہوتا ہے۔ نیز ان کی صحبت سے طریق عملی بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ کس عمل کو کس طرح ادا کرنا چاہئے۔ یہ بات محض مسائل جاننے سے حاصل نہیں ہوتی جب تک کسی کو عمل کرتے ہوئے نہ دیکھا جاوے اور یہ بات کچھ دین ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دنیوی کاموں میں بھی طریق عمل معلوم کرنے کے لیے اہل کمال کی صحبت ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص یوں چاہے کہ محض کتاب دیکھ کر قسم قسم کے کھانے پکانے سیکھ لے تو ایسا نہیں ہوسکتا جب تک وہ کسی ماہر فن سے ہر کھانے کی ترکیب عملی نہ سیکھے گا اس وقت تک کبھی اس کو کھانا پکانے کا طریقہ معلوم نہ ہوگا اور اگر کسی نے کتاب دیکھ کر عمل شروع بھی کردیا تو اس کو قدم قدم پر دشواریاں پیش آئیں گی، چنانچہ جب چاہے اس کا تجربہ کرلیا جائے اور یہی حال ہر عمل کا ہے کہ محض ترکیب جان لینے سے کسی عمل میں کمال حاصل نہیں ہوسکتا بلکہ استاد سے سیکھنے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

طریق حصول دین کامل

پس دین میں بھی کمال حاصل کرنا صحبتِ کاملین پر موقوف ہے عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے پس میں نے اسی آیت کو عورتوں میں اس لیے پڑھا ہے کہ دو شبہے مرتفع (۱) ہوجائیں ایک آرام طلب عورتوں کا شبہ کہ وہ یوں نہ سمجھیں کہ یہ حکم مردوں ہی کے لیے مخصوص ہے کیونکہ وہی اس کے مخاطب ہیں اور ہم اس سے بچے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اکثر عورتوں کا یہ خیال ہے کہ بس خدا نے ہم کو تو کھانا پکانے اور سینے پرونے ہی کے لیے پیدا کیا ہے دین کا کمال حاصل کرنا ہمارا کام نہیں بلکہ مردوں کا کام ہے۔ دوسرے خدا طلب عورتوں کا شبہ کہ وہ اپنے دل میں یوں نہ کہیں کہ بس خدا تعالیٰ کو مردوں ہی پر عنایت ہے ہم کو منہ بھی نہ لگایا۔ ان دونوں شبہوں کا جواب میں نے دیدیا ہے کہ مردوں کو خطاب کرنا اس وجہ سے نہیں کہ عورتیں ان احکام سے مستثنیٰ ہیں اور نہ اس واسطے

(۱) دونوں شبہے اٹھ جائیں۔

کہ حق تعالیٰ کو عورتوں پر عنایت نہیں بلکہ خصوصیت خطاب کا منشاء کچھ اور ہے جس کو میں مفصلاً بیان کر چکا ہوں پس عورتوں کو جان لینا چاہئے کہ ان کو بھی حق تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اپنا دین کامل کرو ہر چند کہ مقصود اتنے ہی بیان سے پورا ہو گیا کیونکہ آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ اس میں دین کے کامل کرنے کا حکم ہے اب ہر شخص دیکھ لے کہ دین کیا ہے اور اس کے کیا کیا اجزاء ہیں اس کے بعد سب کاموں کو طریقہ شرعیہ کے موافق بجالانا شروع کر دے بس دین کامل ہو جائے گا مثلاً نماز دین کا کام ہے اس کا کمال یہ ہے کہ اچھی طرح پڑھو وقت پر پڑھو جلدی جلدی نہ ادا کرو، اطمینان وسکون کے ساتھ پڑھو۔ ایسے ہی زکوٰۃ دین کا کام ہے اور اس کے کمال کا طریقہ یہ ہے کہ سال پورا ہونے کے بعد فوراً ادا کرو اور خوشی سے ادا کرو، بیگار مت سمجھو۔ نیز ریاء ونمود سے بچو محض رضاء حق کو مقصود سمجھو۔ پس دین کے کام اکثر لوگوں کو معلوم ہیں اور ان کے کمال کا طریقہ مسائل پڑھنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اگر میں اس وقت اجزاء دین کی تفصیل بیان کروں اور ہر ایک کے کمال کا طریقہ جدا جدا بتلاؤں تو اس کے لیے عمر طویل بھی کافی نہیں لیکن مقصود کی تعیین تفصیل پر موقوف نہیں اجمالاً سب کو دین کے کاموں کا علم ہے اور ان کے کمال کا طریقہ دریافت کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔

غفلتِ نسواں

لیکن اب مجھ کو عورتوں کی غفلت کی شکایت کرنا باقی ہے کہ افسوس ان کو دنیا کی تکمیل کا تو خیال ہے دین کی تکمیل کا مطلق خیال نہیں، میرا مقصود یہ ہے کہ عورتوں کو دین کی تکمیل سے بھی غافل نہ ہونا چاہئے جیسا کہ ان کو اپنے زیور، کپڑے اور مکان کی ضروریات کی تکمیل سے کسی وقت بھی غفلت نہیں ہوتی اور وقتاً فوقتاً مردوں سے اس کے متعلق فرمائشیں کرتی رہتی ہیں اور اگر مرد کسی وقت کسی فرمائش کو غیر ضروری بتلاتے ہیں برتنوں اور مکان کی ضرورتوں کے متعلق اختلافات ہونے لگتا ہے کہ مردیوں کہتے ہوں کہ ان چیزوں کی ضرورت نہیں اور مستورات کے نزدیک ان کی ضرورت ہو تو ایسے موقع پر عورتیں کہہ دیا کرتی ہیں کہ تم کو ان چیزوں کی کیا خبر تم کو گھر میں رہنا تھوڑا ہی ہے اس کو تو

ہم تم سے زیادہ جانتے ہیں اور بعض دفعہ تو عورتوں کا یہ کہنا صحیح ہوتا ہے کیونکہ واقعی مردوں کو ان ضرورتوں کا علم پوری طرح نہیں ہوتا اور بعض دفعہ اس اختلاف کا سبب یہ ہوتا ہے کہ مردوں میں قناعت کا مادہ عورتوں سے زیادہ ہے مرد تھوڑے سے سامان میں بھی گزر کرلیتا ہے اور عورتوں میں قناعت کا مادہ ہے ہی نہیں ان کی طبیعت میں بکھیڑا بہت ہے ان سے تھوڑے سامان میں گزر رہوتا ہی نہیں جب تک سارا گھر سامان سے بھرا بھرا نظر نہ آوے۔

مردوں کے نزدیک تو ضرورت کا درجہ یہ ہے کہ جس کے بغیر تکلیف ہو سو اتنا سامان تو اکثر متوسط الحال لوگوں کے گھروں میں بحمداللہ موجود ہوتا ہی ہے اس لیے مردوں کو اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ ہاں اگر خدا وسعت دے(۱) تو اس کا بھی مضائقہ نہیں کہ اتنا سامان جمع کرلیا جاوے جس سے زیادہ راحت نصیب ہو۔ یہ درجہ مردوں کے نزدیک کمال کا مرتبہ ہے مگر عورتوں کے نزدیک ضرورت کا درجہ تو کوئی چیز ہی نہیں مرد جس کو ضرورت کا درجہ سمجھتے ہیں وہ عورتوں کے نزدیک قلت اور تنگی کا درجہ ہے ان کے نزدیک ضرورت کا درجہ وہ ہے جس کو مرد کمال کا درجہ سمجھتے ہیں اور کمال کا درجہ وہ ہے جو حقیقت میں ہوس کا درجہ ہے۔

ناشکری وحرص

اور اس کا منشاء یہ ہے کہ عورتوں میں ناشکری کا مادہ زیادہ ہے اگر خدا تعالیٰ ان کو ضرورت کے موافق سامان عطا فرمادیں تو یہ اس کو غنیمت نہیں سمجھتیں نہ اس پر خدا کا شکر کرتی ہیں بلکہ ناشکری کرتی رہتی ہیں کہ ہائے ہمارے پاس کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ حدیث میں بھی ان کی اس صفت کا تذکرہ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناشکری کا مادہ عورتوں میں ہمیشہ سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لَوْ اَحسَنتَ اِلٰی اِحدَاھُنَّ الدَّھرَ ثُمَّ رَأَت مِنكَ شَيْئًا قَالَت مَا رَأَيتُ مِنكَ خَيرًا قَطُّ۔(۲)

کہ اگر تم کسی عورت کے ساتھ عمر بھر اچھا برتاؤ کرتے رہو پھر کبھی ایک دفعہ

(۱) خدا نے گنجائش دی ہو (۲) مسند أحمد: ۱/ ۳۵۹، کنزالعمال: ۲۱۵۷۶۔

کوئی خلاف مزاج بات دیکھ لے تو وہ یوں کہے گی کہ میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی بس ذراسی بات میں ساری عمر کے احسانات فراموش کرجاتی ہیں۔ جہاں کسی دن ان کوشوہر کے گھر میں کھانے پہننے کی تنگی ہوئی تو انہوں نے اس کومنہ پرلانا شروع کردیا کہ اس نگوڑے(۱) کے گھر میں آکرتو میں نے سدا تنگی ہی دیکھی، باپ ماں نے مجھے جان بوجھ کر کنویں میں دھکادے دیا، میں نے اس منحوس کے گھر میں کیا آرام دیکھا۔ غرض جومنہ میں آتا ہے کہہ ڈالتی ہیں اوراس کا ذرا خیال نہیں کرتیں کہ آخراسی گھر میں ساری عمر میں نے عیش برتا ہے۔ مجھے اس کو نہ بھولنا چاہئے اور خدا کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے کلفت(۲) آج ہی دکھلائی اور زیادہ زمانہ عیش میں گزارا۔سوعورتوں میں چونکہ ناشکری کا مادہ زیادہ ہے اس لیے ان کوتھوڑے سامان پر قناعت نہیں ہوتی چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض عورتوں کے پاس سال بھر کے کپڑے موجود ہوتے ہیں جوصندوق میں بھرے رکھے ہیں۔لیکن پھر بھی کیا مجال ہے کہ پھیری والا بزاز(۳) ان کے گھر کے سامنے سے خالی گزرجائے جہاں بزاز کی آواز سنیں گی فوراً اس کو دروازہ پر بٹھلاکر اور کپڑا پھڑوالیں گی۔ برتن گھر میں ضرورت سے زیادہ ہوں گے مگر پھر بھی ان کی فرمائشوں کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔ واعظوں کا بیان بڑا لچھے دار ہوتا ہے۔ دہلی میں مولانا عبدالرب صاحبؒ ایک واعظ تھے وہ عورتوں کی اس صفت کو بڑے لچھے دار فقروں میں بیان کیا کرتے تھے کہ ان عورتوں کی یہ عادت ہے کہ ان کے پاس چاہے کتنے ہی کپڑے ہوں مگر جب پوچھئے کہ تمہارے پاس کتنے کپڑے ہیں تو یوں ہی کہیں گی کہ میرے پاس کیا ہیں دوچھیتڑے(۴) اور جوتوں کے چاہے کتنے ہی جوڑے ہوں مگر جب پوچھو یوں ہی کہیں گی کیا ہیں دولیتڑے(۵) اور برتن چاہے کتنے ہی ضرورت سے زیادہ ہوں مگر جب پوچھو یوں ہی کہیں گی کیا ہیں دوٹھیکرے(۶)۔ خیر یہ تو مولوی صاحب کا لطیفہ ہے مگر حقیقت میں عورتوں کی عادت کا فوٹوانہوں نے خوب کھینچا۔غرض ان کو دنیا کی تکمیل کی بہت زیادہ فکر ہے ہروقت اسی دھن میں رہتی ہیں ان کی ہوس کبھی پوری نہیں ہوتی،

(۱)اس نکمے آدمی (۲) پریشانی (۳) کپڑے بیچنے والا شخص (۴) دو پھٹے پرانے کپڑے (۵) دوٹوٹے ہوئے چپل(۶) دوٹوٹے پھوٹے برتن۔

زیور کی ہوس کا یہ حال ہے کہ بعض عورتیں سر سے پیر تک لدی پھدی رہتی ہیں مگر پھر بھی بس نہیں اگر نیا زیور نہ بنوائے گی تو پہلے ہی زیور کی توڑ پھوڑ میں روپیہ برباد کرتی رہیں گی۔ آج ایک زیور بڑے شوق سے بنوایا تھا۔ کل کو کسی عورت کے پاس وہی زیور دوسرے نمونہ کا دیکھ لیا تو اب ان کو توڑ پھوڑ کی بیکلی لگتی ہے کہ میں بھی اسی نمونہ کا بنواؤں گی۔

تقلید مغرب

مگر آج کل کچھ دنوں سے نوعمر لڑکیوں میں زیور کا شوق کم ہوگیا ہے یہ نیا فیشن چلا ہے کہ نوعمر لڑکیاں آج کل کان وغیرہ ننگے رکھتی ہیں یہاں بھی یہ اثر ضرور ہوگا یہاں کی مجھ کو زیادہ تحقیق نہیں مگر جب قصبات میں یہ اثر پہنچ گیا ہے تو شہروں میں بھی ضرور ہوگا چاندی کا زیور تو آج کل عیب شمار ہونے لگا یہ تو نینوں جلاہیوں (۱) کا زیور رہ گیا۔ شرفاء کی لڑکیاں صرف سونے کا زیور پہنتی ہیں وہ بھی صرف کانوں میں دو ہلکے ہلکے بُندے ہیں اور سارا بدن زیور سے ننگا ہے۔ ہاں پیروں میں کچھ چاندی بھی ڈال لیتی ہیں کیونکہ وہ حقیر چیز ہے پیروں ہی میں رہنی چاہئے تو آج کل زیور میں لڑکیوں نے اختصار کرلیا ہے اور اس مزاج کی ابتداء میموں کے اتباع سے ہوئی ہے میمیں زیور نہیں پہنتیں، کیونکہ ان کی قوم میں اس کا رواج نہیں۔ حکمران قوم ہے ان کو دیکھ دیکھ کر ہندوستانی عورتوں میں بھی یہ مزاج پیدا ہوگیا اور ان کو میموں کا طرز اس طرح معلوم ہوا کہ آج کل جابجا شفا خانے کھلے ہوئے ہیں جن میں زنانے شفا خانے بھی ہیں ہندوستانی عورتیں وہاں جاکر میموں کا علاج کراتی ہیں اس ذریعہ سے ان کے پاس آمدورفت ہوتی ہے اور جو زیادہ وسعت والے ہیں وہ میموں کو اپنے گھروں پر بلاتے ہیں، دوسرے آج کل ریلوں میں بھی عورتیں سفر کرتی ہیں اسٹیشنوں پر میمیں نظر پڑ جاتی ہیں علمِ اجمالی تو اس طرح حاصل ہوا۔ پھر تفصیلی علم شفاخانوں میں جاکر یا ان کو گھر پر بلانے سے ہوگیا۔ پھر بعض عورتوں پر تو میموں کا اثر بلاواسطہ ہوا اور بعض پر بواسطہ ہوا کہ ایک نے تو میموں کو دیکھ کر ان کا طرز

(۱) گھروں میں کام کرنے والی عورتیں۔

اختیار کیا پھر اس کو دیکھ دیکھ کر دوسریوں نے اپنا رنگ بدلا۔ لوگ اس میں احتیاط نہیں کرتے اور یوں سمجھتے ہیں کہ یہ تو عورتیں ہیں ان سے کیا احتیاط، اس لیے بے تکلف میموں سے علاج کراتے ہیں حالانکہ میمیں مردوں سے زیادہ قابل احتیاط ہیں کیونکہ مردوں سے تو مردوں کو سابقہ پڑتا ہے اور مردوں میں تاثر کا مادہ کم ہے وہ ان کی باتوں سے متاثر بہت کم ہوتے ہیں اور میموں سے عورتوں کو سابقہ پڑتا ہے اور ان میں تاثر کا مادہ زیادہ ہے یہ ہر نئی چیز سے بہت جلد متاثر ہوتی ہیں پھر میموں کی طرز تقریر میں ایک خاص بات ہوتی ہے جو ہندوستانی عورتوں میں نہیں ہوتی اس لیے وہ میموں کی باتوں سے بہت جلد متاثر ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک دیندار عورت نے اس حقیقت کو خوب سمجھا اس کی آنکھ میں کچھ نقص تھا ڈاکٹر کو آنکھ دکھانے سے وہ انکار کرتی تھی اور یہ کہتی تھی کہ آنکھ ہی کی تو شرم ہے جب غیر مرد کے سامنے آنکھ ہوگئی پھر پردہ کاہے کا رہا پھر اس نے ایک میم کو اپنی آنکھ دکھائی اس نے دیکھ کر کہا کہ میں اس علاج میں ماہر نہیں ہوں تم کو ڈاکٹر صاحب کو آنکھ دکھانا چاہئے اس نے ڈاکٹر کو دکھانے سے انکار کیا اس پر میم نے ایسی تقریر کی کہ انکی رائے فوراً بدل گئی اور ڈاکٹر کو دکھانے کے لیے تیار ہوگئیں پھر ان کو شبہ ہوا اور عہد کیا کہ اب ساری عمر بھی ان میموں کا منہ کبھی نہ دیکھوں گی کہ اس ساحرہ نے تو میری عمر بھر کی غیرت وحیاء کو ایک منٹ میں اپنی تقریر سے مغلوب کر دیا کہ اس وقت مجھے ڈاکٹر کے سامنے آنے سے بھی غیرت مانع نہ ہوتی تھی انکا کیا اعتبار یہ ظالم تو اپنی تقریر سے کسی کا دین بھی بدل دیں تو تعجب نہیں۔ صاحبو! اس بات کو معمولی نہ سمجھو اس کی بہت احتیاط ضروری ہے خصوصاً یہ جو مشن کی میمیں ہیں ان سے تو بہت ہی احتیاط لازم ہے یہ اپنے مذہب کی تبلیغ بڑی باریکی سے کر دیتی ہیں کہ سننے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا مگر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کے ذہن میں ان کے مذہب سے نفرت نہیں رہتی اور بعض دفعہ تو علاج کے ساتھ ساتھ وہ مذہبی گفتگو بھی صاف صاف کرتی رہتی ہیں میں نے بہت واقعات ایسے سنے ہیں کہ بعض عورتوں نے میموں کا علاج شروع کیا پھر ان پر ایسا اثر پڑا کہ کمبختوں نے دین بدل دیا۔ بعض نے دین نہیں بدلا تو پردہ کرنا چھوڑ دیا اور بعض نے لباس اور زیور وغیرہ میں انکا طرز اختیار کرلیا ہے یہ تو سب ادنیٰ اثر ہے اور اب روز بروز

اس کی زیادتی سے علاج کرانے کا کافر عورت سے مضائقہ نہیں مگر اس میں چند باتوں کا خیال رکھیں۔

۱۔ ان سے بجز علاج معالجہ کے اور کوئی بات نہ کریں۔

۲۔ ضرورت کے سوا زیادہ میل جول نہ بڑھاویں ان سے بہناپا نہ کریں[۱]۔ آج کل تو غضب یہ ہے کہ جس گھر میں ایک دفعہ میم صاحبہ کا قدم آجاتا ہے پھر وہ روز کے روز اسی میں کھڑی نظر آتی ہیں اگر وہ خود بھی نہ آئی تو گھر والیاں بلاتی ہیں اس کی بہت سختی کے ساتھ بندش کرنی چاہیئے۔

۳۔ اگر وہ مذہبی باتیں شروع کرے تو فوراً روک دینا چاہیئے یا کم از کم سننا نہ چاہیئے اور اگر وہ کسی بات کا جواب مانگے تو صاف کہہ دو کہ شہر میں علماء موجود ہیں تم ان سے جا کر کہو وہ تم کو ہر بات کا جواب دیں گے۔

پردہ کی سختی

اور ایک بات خاص ایسی ہے جس کی طرف اکثر عورتیں تو کیا خاص خاص مرد بھی توجہ نہیں کرتے وہ یہ کہ جن مواضع جسم کا چھپانا محرم مرد سے فرض ہے کافر عورتوں سے بھی ان کا چھپانا فرض ہے مثلاً سر کا کھولنا یا گلا کھولنا محرموں کے سامنے جائز نہیں ان مواضع کا کھولنا کافر عورت کے سامنے بھی بلا ضرورت معالجہ کے حرام ہے البتہ اگر ان مواضع کو علاج کی غرض سے کھولنا پڑے تو جائز ہے لیکن بلا ضرورت ہر گز نہ کھولنا چاہیئے۔ جس کی دلیل حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ او نسائھن اس سے پہلے حق تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کے سامنے عورتوں کو آنا جائز ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۔

(۱) ان سے بہنوں کا سا برتاؤ نہ کریں۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ الآيۃ(۱)

توان آیتوں میں یہ نہیں فرمایا او النساء اگر اس طرح فرماتے تو یہ مطلب ہوتا کہ مسلمان عورتوں کو سب عورتوں کے سامنے آنا اور اپنے مواقع زینت کا کھولنا جائز ہے بلکہ حق تعالیٰ نے او نسائھن فرمایا ہے جس کا ترجمہ ہے اپنی عورتیں اور باتفاق مفسرین اپنی عورتیں وہی ہیں جو مسلمان ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ مسلمان عورتوں کو مسلمان عورتوں کے سامنے اپنی زینت کے مواقع کا کھولنا جائز ہے کافر عورتوں کے سامنے گلا اور سَر اور کلائیاں اور پنڈلیاں کھولنا جائز نہیں، اس میں بکثرت مستورات مبتلا ہیں وہ یہ سمجھتی ہیں کہ عورتوں سے کیا پردہ؟ حالانکہ شریعت میں کافر عورتوں کا حکم مثل اجنبی مرد ہے میموں سے تو ان کو کبھی کبھار ہی واسطہ پڑتا ہے مگر اکثر بھنگنوں، چماریوں یا کنجڑیوں یا پٹونوں (۲) سے بہت واسطہ پڑتا ہے یہ عورتیں رات دن گھر میں گھسی رہتی ہیں ان سے بہت کم احتیاط کی جاتی ہے سوخوب سمجھ لو کہ یہ عورتیں مثل اجنبی مرد کے ہیں ان کے سامنے بدن کا کھولنا ایسا ہی ہے جیسا کہ غیر مردوں کے سامنے بدن کھولنا پس ان سے تمام بدن کو احتیاط کے ساتھ چھپاؤ صرف منہ اور قدم اور گٹے تک ہاتھ کھولنا ان کے سامنے جائز ہے باقی تمام بدن کا چھپانا فرض ہے خصوصاً سر کھول کر گھر میں پھرنے کا عورتوں کو زیادہ مرض ہے تو ان عورتوں کے آنے کے وقت تمام سَر کو چھپالینا چاہئے کہ بال تک بھی ان کو نظر نہ آویں۔اس کی طرف عورتوں کو بالکل التفات نہیں جس کا سبب یہ ہے کہ ان کو احکام کی

(۱)''اور اپنی زینت (کے مواقع) کو (کسی پر) ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر (خواہ حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی اور چچازاد ماموں زاد بھائی وغیرہ مراد نہیں) یا اپنے بھائیوں کی اولاد پر یا اپنی بہنوں کی اولاد پر (یہاں بھی حقیقی وعلاتی واخیافی، بہنیں مراد ہیں چچازاد خالہ زاد ماموں زاد بہنیں مراد نہیں) یا اپنی عورتوں پر (مراد مسلمان عورتیں ہیں کیونکہ وہی اپنی کہلاتی ہیں) یا اپنی باندیوں پر (مطلقاً خواہ کافر ہوں یا مسلمان)''

(۲) سبزی فروش۔

طرف توجہ کم ہے دنیا ہی میں ہر وقت لگی رہتی ہیں ان کو اپنے زیور کپڑے سے اتنی بھی فرصت نہیں ملتی کہ تھوڑی دیر کے لیے کوئی کتاب مسائل کی پڑھ لیا کریں۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ ان میموں وغیرہ سے عورتوں کو بچنا چاہئے۔ بلاضرورت ان سے ہرگز نہ ملیں نہ اپنے گھر پر بلاویں اور اس کا پورا انتظام مردوں کو کرنا چاہئے ان عورتوں کے اختلاط کا بہت بُرا نتیجہ ہے مستورات کو ان کی اوضاع واطوار (۱) سے بچنا چاہئے۔

فیشن پرستی

چنانچہ انہی کے اوضاع (۲) میں سے ایک اثر یہ بھی ہے کہ نوعمر لڑکیوں کو زیور کا خیال کم ہوگیا ہے اس کا منشاء کفایت شعاری ہرگز نہیں کیونکہ پہلی ساری کفایت شعاری زیور ہی میں رہ گئی۔ اچھا! کپڑوں میں کفایت شعاری کیوں نہیں کی جاتی جو لڑکیاں زیور کم پہنتی ہیں وہ کپڑوں میں بڑی رقم صرف کرتیں ہیں اسی طرح گھر کی آرائش اور زینت میں بھی خرچ کی پرواہ نہیں کرتیں اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مقصود محض میموں کا اتباع ہے جس چیز میں وہ رقم صرف نہیں کرتیں اس میں یہ بھی صرف نہیں کرتیں، اور جس میں ان کو زیادہ غلو ہے اس میں یہ بھی خرچ کی پرواہ نہیں کرتیں۔ بلکہ یہ مزاج اس درجہ غالب ہوا ہے کہ جن عورتوں میں مالی وسعت زیادہ بھی نہیں ہے وہ معمولی کپڑوں اور معمولی زیوروں ہی میں ایسی تراش خراش کرتی ہیں اور ایسی وضع سے ان کو بناتی ہیں جس سے وہ میم کی طرح نظر آنے لگیں۔ پس ایسی حالت میں ان کو زیور کا خیال کم ہونا کچھ باعث مسرت نہیں بلکہ یہ تو اس کا مصداق ہوگیا ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

اگر یہ اپنی پرانی وضع پر قائم رہیں پھر زیور کا شوق کم کردیں، اس وقت البتہ خوشی کی بات ہے اور جن لڑکیوں میں یہ مذاق نہیں آیا ان کی حالت یہ ہے کہ زیور سے کسی وقت ان کا پیٹ ہی نہیں بھرتا کانوں میں بالے بھی ہیں، بالیاں (۳) بھی ہیں، پتے بھی

---

(۱) ان کی وضع قطع اور طور طریقے سے بچنا چاہئے (۲) ان کی وضع کا ہی یہ اثر ہے (۳) بڑے بڑے بندے اور چھوٹے بندے۔

ہیں، ان کو کچھ حس ہی نہیں کہ اس سے کان ٹوٹیں گے یا کیا ہوگا چاہے کان جھک پڑیں مگر ان کو سب زیور لادنا فرض ہے ناک میں نتھ بھی ہے اور لونگ بھی ہے پھر چاہے لونگ سے ناک میں آگ ہی لگ جائے مگر کیا مجال جو کسی وقت اترے۔ پھر اس زیور کے شوق میں ان کو ساری مصیبتیں آسان ہوجاتی ہیں یعنی کان چھدوانے میں کتنی تکلیف ہوتی ہے مگر لڑکیاں ہنسی خوشی سب کام کرالیتی ہیں بلکہ اگر کوئی ان سے یہ کہے کہ کان چھدوا کر کیا لوگی خواہ مخواہ تکلیف اپنے سر مول لیتی ہو کان مت چھدواؤ تو اس سے لڑنے کو تیار ہوجاتی ہیں۔ میرے ایک دوست ہیں ان کو اپنی لڑکی سے بہت محبت تھی ایک دن وہ مجھ سے کہنے لگے کہ اگر میں اس بچی کے کان نہ چھدواؤں تو کچھ حرج تو نہیں مجھے اس کی تکلیف سے بہت تکلیف ہوتی ہے میں نے کہہ دیا کہ نہیں حرج کیا ہوتا، یہ خبر کہیں اس لڑکی کو پہنچ گئی مجھ پر بڑی خفا ہوئی کہ اپنی بیوی اور ماں بہن کو نہیں دیکھتے بھلا یہ مسئلہ میرے ہی واسطے نکالا پہلے اپنے گھر والوں کو اس کی تعلیم دی ہوتی، میں تو ضرور کان چھدواؤں گی۔ وہ دوست میرے پاس آئے کہ صاحب اس لڑکی نے وہ بات سن لی، تو آپ پر بڑی خفا ہوئی۔ میں نے کہا بھائی! تم اس کے ایک ایک کی جگہ دو دو سوراخ کرادو۔

حقیقت حرص

ایک بنئے کا قصہ مشہور ہے کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ ذرا سِل کا باٹ اٹھالائے اس نے کہا مجھ سے سِل کا باٹ کیونکر اٹھے گا بھاری پتھر ہے کہیں میری کمر میں لچک نہ آجاوے اس نے پتھر تو خود اٹھالیا لیکن سِل کو کسی بہانہ سے باہر لے گیا اور ایک سنار کو بلاکر کہا کہ اس سِل کے اوپر سونے کے پتّر خوبصورتی کے ساتھ جڑ دے اور اس میں ایک مضبوط زنجیر ڈال دے۔ جب وہ تیار ہوکر آگئی تو اسی بیوی کو لاکر دی کہ لو ہم نے تمہارے واسطے ایک ہنیکل بنوایا ہے اسے پہن لو تو اس نے خوش ہوکر اسے گلے میں ڈال لیا اور گلے میں لٹکائے پھرنے لگی، گردن بوجھ سے جھکی جاتی تھی مگر زیور کے شوق میں سب تکلیف گوارا تھی اس کے بعد بنئے نے نکال جوتا خوب خبر لی کہ کمبخت اس روز تو تجھ سے سِل کا باٹ بھی نہ اٹھتا تھا اور آج اسی سِل کو گلے میں لٹکائے پھرتی ہے آج تیری

کمر میں کچھ نہیں ہوتا خیر یہ قصہ تو گھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر جس نے تصنیف کیا ہے (۱) اس نے عورتوں کے مذاق کو خوب سمجھا ہے حقیقت میں ان کو زیور کی حرص ایسی ہوتی ہے کہ اگر سونے کا زیور بہت بھاری بھی ہو (۲) تو یہ کبھی اس کے پہننے سے انکار نہ کریں گو گردن اور گلا کیسا ہی دکھتا رہے۔ اور یوں تو عورتوں میں زیور کپڑے کی حرص طبعی طور پر ہوتی ہی ہے لیکن آپس میں ملنے ملانے سے یہ حرص اور بڑھ جاتی ہے۔ ان کا آپس میں ملنا جلنا بڑا غضب ہے ایک دوسری کو دیکھ کر رنگ پلٹتی ہے اگر کسی کو خدا تعالیٰ نے زیور اور کپڑا حیثیت کے موافق دے رکھا ہو تو وہ اسی وقت تک خوش ہے جب تک برادری کی بہنوں میں نہ جائے اور جہاں برادری میں نکلنا ہوا پھر ان کی نظر میں اپنا زیور اور کپڑا حقیر معلوم ہونے لگتا ہے دوسروں کا زیور دیکھ کر ان کا دل للچاتا ہے کہ ہمارے پاس بھی ایسا ہی ہونا چاہئے اور اس میں اپنی حیثیت پر بھی ان کو نظر نہیں ہوتی کہ جس کے پاس ہم سے زیادہ زیور ہے اس کی حیثیت کیا ہے جس کے مرد کی آمدنی پچاس روپے ماہوار ہے وہ بھی برابری کرتی ہے اس کی جس کے مرد کی آمدنی ہزار روپیہ ماہوار ہے۔

اختلاط نسواں

عورتوں میں ملنے جلنے کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ سہارنپور میں ایک کوٹ انسپکٹر تھے جن کی تنخواہ چار سو، پانچ سو روپے ماہوار تھی مگر ان کی عادت یہ تھی کہ ساری تنخواہ اپنے غریب رشتہ داروں میں خرچ کرتے تھے گھر میں کم رکھتے تھے۔ ان کی بیوی کے پاس زیور کا ایک چھلا بھی نہ تھا، نہ گھر میں کوئی خادمہ تھی بیچاری اپنے ہاتھ سے آٹا پیستی تھی اور خود ہی پکاتی تھی اور اسی حالت میں خوش تھی، میرے ایک عزیز بھی اسی زمانے میں سہارنپور میں ملازم تھے اور ان کا مکان کوٹ انسپکٹر صاحب کے مکان سے متصل ہی تھا وہ اپنی بیوی کو کسی کے یہاں بھیجتے نہ تھے مگر ایک دفعہ ان عزیز کے گھر والوں کے اصرار پر انہوں نے ملنے کی اجازت دی وہ جو یہاں آئی تو اس نے یہاں باندیوں کو بھی اپنے سے اچھا پایا ان کے پاس بھی کچھ زیور تھوڑا بہت تھا۔ اور کوٹ انسپکٹر کی بیوی کے پاس چھلا تک نہ تھا۔ پس یہاں سے جا کر اس نے اپنے میاں کی خوب خبر لی کہ واہ سرشتہ دار (۳)

(۱) جس نے گھڑا ہے (۲) ایسے بھاری قسم کے زیورات سعودیہ کے صرافہ بازار میں دیکھے جاسکتے ہیں (۳) منشی۔

صاحب کی تنخواہ بھی تم سے کم ہے پھر بھی ان کے گھر والے زیور سے لدے پھدے ہیں اور میں بالکل ننگی ہوں اور ان کی بیوی اپنے ہاتھ سے ایک کام بھی نہیں کرتیں، ایک چھوڑ کئی کئی باندیاں ہیں سارا کام وہی کرتی ہیں اور میں سارے کام اپنے ہاتھ سے کرتی ہوں اب تو مجھ سے اس طرح نہیں رہا جاتا تم مجھے بھی زیور بنا کر دو اور عمدہ لباس بنا کر دو اور گھر میں خادمہ نوکر رکھو۔ وہ کوٹ انسپکٹر پھر مجھ سے الہ آباد میں ملے تھے بیچارے کہتے تھے کہ شیخ کامل کی صحبت کا اثر ایک منٹ میں ایسا ہوا کہ میری ساری عمر کا اثر فوراً زائل ہوگیا۔ اب میرے گھر میں رات دن زیور کی فرمائش کرتی ہے۔ اور کوئی کام خود نہیں کرتی۔ زیور بناتا بناتا تھک گیا مگر سلسلہ ختم ہی نہیں ہوتا اور میری ساری خیر خیرات بند ہوگئی۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ ان کا آپس میں ملنا جلنا بڑا غضب ہے۔

شرائط اختلاطِ نسواں

اور میں یہ نہیں کہتا کہ مستورات کا آپس میں ملنا جلنا بالکل بند کر دو۔ میرا مطلب یہ ہے عورتوں کو اپنے اس مرض کی اصلاح کرنی چاہئے اگر کسی کا دل دوسروں کے زیور کپڑے دیکھ کر نہ للچائے اس کو ملنے جلنے کا مضائقہ نہیں مگر جس پر دوسروں کو دیکھ کر یہ اثر ہو اس کو ضرور نہ ملنا چاہئے۔ قرآن شریف میں عورتوں کو حکم ہے۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ کہ تم اپنے گھروں میں جم کر بیٹھی رہو اس میں تقسیم الاٰحاد علی الاٰحاد ہے جس سے یہ مطلب حاصل ہوا کہ ہر عورت اپنے گھر میں جم کر بیٹھی رہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے اصلی حکم یہی ہے کہ وہ اپنے اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں نہ عورتوں سے ملنے کے لیے نہ مردوں سے ملنے کے لیے۔ پھر آخر کچھ تو بات ہے جو حق تعالیٰ نے عورتوں کو گھر میں رہنے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر سے باہر نکلنا ان کے لیے مضر ہے (لیکن مواقع ضرورت اس سے مستثنیٰ ہیں ۱۲) پس جس کو ملنے جلنے سے یہ ضرر (۱) ہوتا ہو اس کے لیے یہی حکم ہوگا کہ وہ کسی سے نہ ملے اپنے گھر ہی میں بیٹھی رہے۔ ہاں جس کو ضرر نہ ہوتا ہو وہ اپنے خاوند کی اجازت سے دوسروں کے گھر جاسکتی ہے۔

(۱) نقصان۔

بیبیو! آخر تم کھجلی والوں سے تو بچتی ہو اور ان کے پاس بیٹھنا اور ان سے ملنا جلنا تم کو گوارا نہیں ہوتا کہ کہیں ہم کو بھی کھجلی نہ ہوجاوے اور یہ حالت تو کھجلی سے بھی بدتر ہے۔ کھجلی کا ضرر تو محض جسمانی ہے اور اس کا ضرر جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی۔ جسمانی ضرر تو یہ ہے کہ جب تم دوسری عورتوں کو اپنے سے اچھی حالت میں دیکھو گی اور ان جیسا بننا چاہو گی اور تمہاری حیثیت ان کے برابر نہیں ہے تو تم کو خواہ مخواہ اس سے الجھن اور پریشانی ہوگی اور رات دن تم اسی فکر میں گھلو گی کہ ہائے میرے پاس بھی یہ چیز ہوتی وہ ہوتی پھر بعض دفعہ تم مردوں سے بھی اس قسم کی فرمائش کرو گی جو ان کی حیثیت سے زیادہ ہے۔ ان کو یہ فرمائش ناگوار ہوگی جس سے خواہ مخواہ دلوں میں کدورت پیدا ہوگی جس سے بعض اوقات دور تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور روحانی ضرر یہ ہے کہ اس سے ناشکری کا مرض بڑھتا ہے جب تم دوسروں کو اپنے سے بڑھا ہوا دیکھو گی تو ان نعمتوں کی قدر نہ کرو گی جو خدا تعالیٰ نے تم کو عطا فرمائی ہیں ہمیشہ یہی سمجھو گی کہ میرے پاس کیا ہے کچھ بھی نہیں اس لیے جس پر ملنے کا ایسا اثر پڑتا ہو اس کو یہی حکم دیا جائے گا کہ وہ کسی سے نہ ملے اور اگر ملے تو غریب نادار عورتوں سے ملے کیونکہ غریبوں سے مل کر تمہارا جی خوش ہوگا اور خدا کا شکر کرو گی کہ الحمد للہ میں بہت سی عورتوں سے اچھی حالت میں ہوں۔ اور یہی نکتہ ہے اس حدیث میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: يَا عَائِشَةَ قَرِّبِيْ الْمَسَاكِيْنَ وَجَالِسِيْهِمْ،(۱) کہ اے عائشہ مساکین کے پاس بیٹھا کرو اور ان کو اپنے سے نزدیک کیا کرو۔ مساکین کے پاس بیٹھنے سے خدا کی نعمتوں کی قدر ہوتی ہے اور دل خوش رہتا ہے۔

طریق اختلاط

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اُمرا کے پاس بیٹھنے سے دن بدن میری پریشانی بڑھتی رہی اور میں یہ سمجھتا تھا کہ میرے اوپر خدا کی کچھ بھی نعمت نہیں پھر میں نے غرباء کے پاس بیٹھنا شروع کیا تو مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بادشاہ ہوں اور میری ساری پریشانی

(۱) البدایۃ والنہایۃ: ۶/ ۵۹، بلفظ آخر۔

دور ہوگئی اور خوشی بڑھ گئی۔ اسی لیے حدیث میں ہے کہ دین کے باب میں انسان کو اپنے سے اونچے کو جو اس سے زیادہ دیندار ہو اور دنیا کے باب میں اپنے سے نیچے کو دیکھنا چاہئے۔ مگر آج کل معاملہ برعکس ہے لوگ دین کے باب میں تو ان لوگوں پر نظر کرتے ہیں جو زیادہ کام نہیں کرتے پھر اپنے دل کو سمجھا لیتے ہیں کہ اگر ہم رات کو نہیں اٹھتے تو کیا ہوا فلاں مولوی صاحب بھی تو رات کو نہیں اٹھتے اگر ہم عمدہ عمدہ کپڑے پہنتے ہیں تو کیا ہوا فلاں شاہ صاحب بھی تو بڑا عمدہ لباس پہنتے ہیں، دین کے باب میں لوگ ان بزرگوں کو نہیں دیکھتے جن کا تہجد کبھی قضا نہیں ہوتا اور بے چارے معمولی حیثیت میں رہتے ہیں اور دنیا کے بارے میں ہمیشہ اپنے سے زیادہ پر نظر کرتے ہیں کہ ہائے میں فلاں رئیس کے برابر نہ ہوگیا فلاں سوداگر کے برابر نہ ہوا جس سے بجز پریشانی بڑھنے کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ عورتوں کو بھی چاہئے کہ دنیا کے بارے میں اپنے سے گھٹیا کو دیکھیں مثلاً تمہارا گھر کسی رئیس زادی کے گھر سے کم ہے تو تم ان لوگوں پر نظر کرو جن کے گھر تم سے بھی گھٹیا ہیں کہ نہایت تنگ ہیں پلنگ بچھنے کے بعد چلنے کو بھی راستہ نہیں رہتا۔ وہاں ہوا کا تو کہاں گزر بارش کا بھی بچاؤ نہیں اور تم ہوادار صحن میں ایسے آرام سے سوتی ہو کہ صبح کی نماز بھی قضا ہوجاتی ہے۔ ایسے لوگوں کے مکانات دیکھ کر تم کو اپنے مکان کی قدر ہوگی کہ بلا سے اس میں جھاڑ فانوس نہیں ہیں تو کیا ہوا بارش کا بچاؤ تو ہے ہوا کا گزر تو ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ ایک مرتبہ میرے پاس جوتا نہ تھا تو میں رنجیدہ تھا کہ اچانک میں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا کہ جس کے پیر ہی نہ تھے میں نے خدا کا شکر کیا کہ میرے پیر تو ہیں جن میں جوتا نہیں تو کیا ہوا۔ تو حقیقت میں دنیا کے باب میں اپنے سے کمتر حیثیت والوں کو دیکھنے سے بڑی راحت دل کو ہوتی ہے۔

دین و دنیا

مگر اب ایسا مذاق بدلا ہے کہ دنیا میں جہاں ذرا کمی ہوئی اس کا تو قلق ہوتا ہے اور اس پر کبھی نظر نہیں ہوتی کہ اللہ کی بہت سی مخلوق ہم سے بھی ابتر حالت میں ہے ہم پھر ان سے بہت اچھے ہیں اور دین میں ایسا استغنا برتا جاتا ہے کہ پانچ وقت کی نماز پر اکتفا

کرلیا ہے اگر کوئی ان سے تہجد واشراق کو کہہ دے تو جواب میں یوں کہتے ہیں کہ کیا ہم مرجائیں بہت تو کام کرتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں گویا انہوں نے نماز کیا پڑھی ساری جنت ہی خرید لی۔ جیسے ایک گنوار کا لڑکا کسی مُلا کے پاس پڑھتا تھا تو ایک دن وہ گنوار مُلا جی سے کہنے لگا کہ میرے بیٹے کو بہت نہ پڑھا دیجیو کہیں لوٹ پوٹ پگمبر نہ ہوجاوے (یعنی پیغمبر نہ ہو جاوے) تو جس طرح اس جاہل کا خیال تھا کہ زیادہ پڑھنے سے آدمی پیغمبر ہوجاتا ہے اسی طرح آج کل لوگوں کا خیال ہے کہ بس پانچ وقت کی نماز پڑھ لینے سے آدمی جنید وشبلی ہوجاتا ہے پھر اسے اور کسی کام کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح ایک گنوار کے سَر میں درد تھا۔ ایک دوسرے گنوار نے کہا کہ آ میں تیرا سر جھاڑ دوں مجھے سر کے درد کی جھاڑ آتی ہے وہ سر کھول کے اس کے آگے بیٹھ گیا تو آپ نے کُل بِاللّٰہ ھَد پڑھ کر اس کا سر جھاڑا (یہ قُل ھُوَاللّٰہُ احَد) ''اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے'' کو بگاڑا تھا تو وہ دوسرا گنوار کہتا ہے جس کے سر میں درد تھا کہ جا ساڑے کے ساڑے تو تو ہاپچ ہی ہوگیا (ساڑے کے ساڑے یہ خرابی ہے سالے کی جو گالی کا لفظ ہے اور ھاپچ خرابی ہے حافظ کی) سو دیکھئے اس کے نزدیک کل باللّٰہ ھد ہی سے آدمی حافظ ہوجاتا ہے جس میں پوری قُل ھُو اللہ احد بھی یاد ہونا شرط نہیں اور اس کا صحیح پڑھنا بھی شرط نہیں۔

حقیقت کمالات

یہی حال آج کل عام لوگوں کا ہورہا ہے کہ ان کے نزدیک جنید وشبلی بننے کے لیے پانچ وقت کی نماز سے زیادہ اور کچھ ضرورت نہیں اور ان نمازوں کا اچھی طرح ادا کرنا بھی ضروری نہیں بس الٹی پلٹی نماز پانچ وقت پڑھ لینا کافی ہے جیسا ایک جُلاہے کا قصہ ہے کہ اس کا لڑکا انگریزی پڑھتا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ تمہارا لڑکا انگریزی پڑھتا ہے اب کتنی لیاقت ہوگئی۔ کہنے لگا کہ کھڑا کھڑا تو موتنے لگا ہے اب ذرا سی کسر رہ گئی ہے۔ اس کے نزدیک بس کھڑے ہوکر موتنے لگنا بڑی لیاقت تھی کہ اس کے بعد کامل لیاقت میں ذرا ہی سی کسر رہ جاتی ہے شاید وہ کسر کہ ہوکر کھڑا کھڑا ہگنے بھی لگے۔ حقیقت یہ ہے

کہ اچھا آدمی ذراسی بات میں اِترانے لگتا ہے کہ جو بات کسی درجہ میں بھی قابل فخر نہیں ہوتی وہ اسی پر ناز کرنے لگتا ہے اور یہ ساری خرابی جہل کی ہے ان لوگوں کو اصل کمالات کی خبر ہی نہیں اسی لیے ان کی نظر میں چھوٹی چھوٹی باتیں بھی کمالات معلوم ہوتی ہیں۔ مولانا نے اس کی خوب مثال دی ہے کہ جیسے ایک مچھر ایک تنکے پر بیٹھا ہوا تھا اس کے قریب بیل بندھا ہوا تھا، بیل نے جو پیشاب کیا تو وہ تنکا اس میں تیرنے لگا مچھر اپنے دل میں بڑا خوش ہوا کہ آج میں نے سمندر کے اندر کشتی پر سواری لے لی۔ وہ بیوقوف بیل کے پیشاب کو سمندر اور گھاس کے تنکے کو کشتی سمجھ گیا کیونکہ اس نے اصلی سمندر کو دیکھا نہ تھا، یہی حال ہم لوگوں کا ہے کہ ہم نے اصل کمالات تو دیکھے نہیں ذرا ذرا سی باتوں کو کمالات سمجھنے لگے۔ مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک بوڑھے میاں پڑھتے تھے اور قسمت سے بیٹے میاں بھی اباجان کے ساتھ پڑھتے تھے باپ اور بیٹے دونوں ایک ہی سبق میں شریک تھے مگر ان کو عقل کم تھی سبق کے وقت میں بڑے اینڈے بینڈے سوالات کرتے مولانا بڑے میاں کے سوالات کا جواب کم دیتے تھے جماعت میں ایک ذہین نوجوان طالب علم بھی تھے۔ مولانا ان کے سوالات کے جوابات نہایت شوق سے دیتے تھے۔ ایک دن بڑے میاں ان نوجوان طالب علم سے کہنے لگے کہ مولانا تمہارے سوالات کے جوابات خوب دیتے ہیں اور ہمارے سوالات کا جواب نہیں دیتے حالانکہ ہم اتنے بڑے آدمی ہیں اس کی کیا وجہ۔ وہ طالب علم ہنسنے لگے اور کہا کہ اسکی وجہ تم مولانا ہی سے پوچھو میں کیا بتلاؤں وہ ان کو پکڑ کر مولانا کے پاس لے گئے اور پکڑ کر اس واسطے لے گئے تاکہ مولانا کے سامنے ان کی طرف اشارہ کرکے بتلاویں کہ آپ ان کے سوالات کے جواب کیوں دیتے ہیں جیسے ایک وہمی آدمی نے نیتِ اقتداء کرتے ہوئے امام کی کمر میں انگلی ماری تھی کہ نماز پڑھتا ہوں پیچھے اس امام کے۔ اس بندہ خدا کو بدوں انگلی لگائے تسلی نہ ہوتی تھی۔

حقیقت فاتحہ

اور جیسے فاتحہ دینے والے کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دیتے ہیں تاکہ معاذ اللہ حق تعالیٰ

کو ثواب دینے میں غلطی نہ ہو جائے کبھی ایسا نہ ہو کہ پلاؤ کی جگہ کسی دوسری چیز کا ثواب مردہ کو پہنچ جائے اس لیے وہ کھانا سامنے رکھ کر نام بنام ثواب بخشتے ہیں۔ایک گنوار نے مجھ سے پوچھا کہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا کیسا ہے، میں نے کہا بدعت ہے کہنے لگا کہ اس میں کیا حرج ہے میں نے کہا کہ سامنے رکھنے کی کیا ضرورت ہے آخر تم روپیہ اور کپڑا بھی تو اللہ کے نام پر دیا کرتے ہو کیا اس پر بھی فاتحہ دیا کرتے ہو، کہنے لگا جی نہیں میں نے کہا پھر کھانے پر فاتحہ دینے کی کیا ضرورت ہے جیسا روپیہ کپڑے کا ثواب بدوں فاتحہ کے پہنچ سکتا ہے اسی طرح کھانے کا ثواب بھی بدوں فاتحہ کے پہنچ سکتا ہے۔دونوں میں کیا فرق ہے۔بے چارہ تھا سمجھدار فوراً سمجھ گیا اور کہنے لگا کہ جی بات تو یہی ہے یہ سارے ڈھونگ ہیں، تم سچ کہتے ہو۔بعضے گنوار بہت سمجھدار ہوتے ہیں کیونکہ ان کی طبیعت میں اینچ پینچ (۱) نہیں ہوتا سیدھی بات کو جلدی قبول کر لیتے ہیں مگر بعضے گنوار اکھڑ بھی ہوتے ہیں چنانچہ ایک گنوار نے فاتحہ کے ثبوت میں یہ دلیل بیان کی تھی کہ قرآن میں تو اس کے لیے ایک خاص سورت اُتری ہے جس کا نام ہی سورۂ فاتحہ ہے۔ بیوقوف بھلا اس سے کوئی پوچھے کہ یہ دلیل کیسی ہوئی؟ کیونکہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ تم نے اس بدعت کو ایجاد کر کے اس کا نام سورۂ فاتحہ کے نام پر رکھ دیا ہو۔اور واقعہ بھی یہی ہے کیونکہ نزول قرآن کے وقت اس رسم کا کہیں پتہ بھی نہ تھا نہ اس طرح ثواب بخشنے کو کوئی فاتحہ کہتا تھا۔تو بعضے گنوار ایسے کوڑ مغز بھی ہوتے ہیں۔

حقیقت تکبر

غرض وہ بڑے میاں ان طالب علم کو پکڑ کر مولانا قدس سرہٗ کے پاس لائے اور کہا کہ حضرت اس کی کیا وجہ کہ آپ ان کے سوالات کا تو جواب دیتے ہیں اور ہمارے سوالات کا جواب نہیں دیتے حالانکہ ہم اتنے بڑے آدمی ہیں مولانا رحمۃ اللہ کے جوابات بہت مختصر اور چبھتے ہوئے ہوا کرتے تھے۔فرمایا کہ وجہ تو تم نے خود بیان کر دی۔بس یہی تو وجہ ہے کہ تم اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہو، ہائے یہ تکبر بڑا اسدراہ ہے (۲)

(۱) قیل وقال (۲) راستے کی رکاوٹ۔

یہ کمبخت انسان کو تمام فیوض و برکات سے محروم کردیتا ہے۔ یہی تو وہ بلا ہے جس سے شیطان مردود ہوا۔ صاحبو! ہمارے اندر یہ تکبر گھسا ہوا ہے اسی واسطے ہم کمالِ دین سے محروم ہیں۔ اسی کا ایک اثر یہ ہے کہ ہم نے جہاں تھوڑا سا کام کرلیا۔ پانچ وقت کی نماز پڑھ لی اور اپنے آپ کو کچھ سے کچھ سمجھنے لگے۔ عورتوں میں بھی یہ مرض بہت ہے۔ اول تو ان میں دیندار بہت ہی کم ہیں اور جو دو چار دیندار ہیں بھی وہ اپنے آپ کو نہ معلوم کیا سمجھتی ہیں جس کا منشاء یہ ہے کہ عورتیں کم حوصلہ ہوتی ہیں اور ذرا سی بات میں تکبر اور بڑائی کرنا کم حوصلہ آدمی کا کام ہے۔ ایک عورت بڑی نمازن تھی اتفاق سے اس کی شادی کسی ڈاڑھی منڈے بے نمازی سے ہوگئی تو وہ کیا کہتی ہے کہ اللہ رے تیری شان ایسی پارسا ایسے بے دین سے بیاہی گئی۔ گویا نعوذ باللہ اسے خدا پر بھی اعتراض تھا کہ خدا تعالیٰ کے یہاں کچھ ضابطہ نہیں ہے جوڑ بیجوڑ کچھ نہیں دیکھتے، استغفر اللہ ارے تم کو کیا خبر ہے کہ خاتمہ کس کا اچھا ہو، خدا تعالیٰ کس کو بخشے کس کو جہنم میں بھیج دے کیا تعجب ہے کہ خدا اس بے نمازی کو کسی ادا پر بخش دے اور تم کو اس تکبر کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دے۔ اول تو خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ دوسرے جن اعمال پر تم کو ناز ہے کیا خبر ہے وہ قبول بھی ہوتے ہیں یا نہیں گو امید تو یہی رکھنی چاہئے کہ قبول ہوتے ہیں مگر کوئی وحی بھی نہیں آگئی اس لیے ڈرتے بھی رہنا چاہئے اور کبھی اپنے اعمال پر ناز نہ کرنا چاہئے نہ دوسروں کو حقیر سمجھنا چاہئے کہ اس سے اندیشہ ہے حبطِ نور اعمال کا۔

حقیقت نسبت

اسی طرح بعض لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جہاں ذرا ان کے قلب میں حرارت پیدا ہوئی اور وہ سمجھنے لگے کہ میں صاحب نسبت ہوگیا۔ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی (شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے والد بزرگ) کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میرا دل جاری ہوگیا۔ شاہ صاحب ہنسنے لگے فرمایا کہ لوگوں کو کبھی حرارت ذکر سے خفقان (اختلاج قلب) ہوجاتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ دل جاری ہوگیا۔ بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ قلب جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دل کو حرکت

کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دیتی ہو یادرکھو یہ اختلاج قلب ہے جو کہ سخت مرض ہے اس کا نام دل کا جاری ہونا نہیں ہے۔ مکہ معظّمہ سے جب ہم غار ثور پر گئے اور پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا تو سب لوگوں کے سانس پھول گئے اس وقت بے تکلف دل کی حرکت صاف محسوس ہوتی تھی اور کھٹ کھٹ کی آواز آرہی تھی میں نے ساتھیوں سے کہا کہ لو آج سب کے دل جاری ہوگئے، سب صاحب نسبت ہوگئے۔ اگر یہی نسبت ہے تو بس روزانہ ایک میل دوڑ لیا کرو دل جاری ہوجایا کرے گا یہ محض غلط خیال ہے ذکر جاری ہونے کے لیے آواز اور کھٹکا کچھ ضروری نہیں بلکہ ذکر جاری ہوجانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سالک کو اکثر اوقات حق تعالیٰ سے ذہول وغفلت (۱) نہ ہوتی ہو زیادہ اوقات میں حق تعالیٰ کی طرف توجہ رہے اسی کا نام ملکہ یادداشت ہے لیکن یہ بھی نسبت مطلوبہ نہیں ہے۔ بعض لوگ ملکہ یادداشت ہی کو نسبت سمجھتے ہیں یہ بھی غلطی ہے اور اس سے بھی ایک بڑا دھوکہ سالکین کو پیش آتا ہے وہ یہ کہ صوفیہ کرام نے فرمایا ہے کہ معصیت سے (۲) نسبت سلب ہوجاتی ہے اور ملکہ یادداشت معصیت سے زائل ہوتا نہیں تو جو شخص اسی کو نسبت سمجھتا ہے وہ ائمہ فن کے خلاف یہ سمجھنے لگتا ہے کہ معاصی مجھ کو مضر نہیں (۳) بعض تو معاصی کو حلال سمجھنے لگتے ہیں وہ تو زندیق ہیں بعض حلال تو نہیں سمجھتے مگر یوں خیال کر لیتے ہیں کہ ہم کو نسبت حاصل ہوگئی ہے جس سے ہر وقت ہم ذکر میں رہتے ہیں اور ذکر حسنہ ہے اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبنَ السَّيِّئَاتِ کہ حسنات سیئات کو زائل کرتی رہتی ہیں۔ پس یہ نسبت ایسی حسنہ ہے جس سے تمام گناہ دُھلتے رہتے ہیں اور کوئی گناہ ہم کو مضر نہیں ہوتا وہ نسبت سب گناہوں کا کفارہ ہوتی رہتی ہے یہ بڑی گمراہی ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ ان لوگوں نے ملکہ یادداشت کو جو کہ مشق ذکر سے پیدا ہوجاتا ہے، نسبت مقصودہ سمجھ رکھا ہے خوب سمجھ لو کہ نسبت اس کا نام نہیں ہے نسبت مقصودہ کے لیے گناہ اور معصیت سخت مضر بلکہ سم قاتل ہے (۴)۔ نسبت کی حقیقت واحکام کی تفصیل زیادہ ہے (جس کو میں کسی قدر پرسوں کے وعظ میں بیان کر چکا ہوں) مگر

(۱) اللہ کی طرف سے خیال ہٹنے نہ پائے (۲) گناہ سے (۳) ارتکاب گناہ میرے لیے نقصان دہ نہیں (۴) ہلاک کرنے والا ہے۔

اجمالاً ایک حکایت سے اس کی حقیقت سمجھ میں آجائے گی۔ وہ حکایت یہ کہ ایک طالب علم سے ان کے کسی مہمان نے پوچھا تھا کہ میاں آج کل کیا شغل ہے کہنے لگے کہ شاہزادی سے نکاح کی فکر میں ہوں اس نے پوچھا کہ پھر کچھ سامان کرلیا ہے کہنے لگے کہ آدھا سامان تو ہوگیا آدھا باقی ہے۔ اس نے کہا یہ کیونکر کہا میں تو راضی ہوں مگر وہ راضی نہیں اور نکاح طرفین کی رضا سے ہوتا ہے لہٰذا ایک کا راضی ہونا آدھا نکاح ہے تو جو لوگ ملکہ یادداشت حاصل کرکے معاصی سے اجتناب نہیں کرتے اور اپنے کو صاحب نسبت سمجھتے ہیں انکی نسبت ایسی ہی ہے جیسے اس طالب علم کا آدھا نکاح کہ یہ لوگ تو خدا تعالیٰ سے یادداشت کا تعلق رکھتے ہیں مگر خدا کو ان سے کچھ علاقہ نہیں۔ یاد رکھو نسبت اس تعلق کو کہتے ہیں جو طرفین سے ہو یعنی بندہ کو خدا سے تعلق ہو خدا کو بندہ سے تعلق ہو اور نصوص سے بات معلوم ہوچکی ہے کہ عاصی سے خدا کو رضا کا تعلق نہیں ہوتا لہٰذا معصیت کے ساتھ نسبت مطلوبہ کبھی جمع نہیں ہوسکتی مگر افسوس ہے کہ لوگ اس غلطی میں بہت مبتلا ہیں کہ وہ ملکہ یادداشت ہی کو نسبت سمجھتے ہیں، خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ میں یہ بیان کررہا تھا کہ عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہے کہ جہاں ذرا نماز پڑھنے لگیں اپنے آپ کو رابعہ سمجھنے لگیں۔ اوچھے آدمی بہت جلدی اپنے معتقد ہوجاتے ہیں مثل مشہور ہے۔ الحائك اِذَا صَلّٰى يَوْ مَيْنِ اِنْتَظَرَ الْوَحْیَ ۔جُلاہا دودن نماز پڑھ کر تیسرے دن وحی کا منتظر ہوجاتا ہے۔ بہت لوگ اپنے کمالات کے معتقد ہیں مگر ان کو یہ خبر نہیں کہ ہم دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں ان لوگوں کو امام غزالیؒ کی احیاء میں کتاب الغرور دیکھنی چاہیئے (غرور بمعنی تکبر نہیں یہ اردو کا محاورہ ہے عربی میں غرور کے معنی دھوکے کے ہیں، حق تعالیٰ فرماتے ہیں: وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ یہاں دھوکہ میں ڈالنا ہی مراد ہے یہ وہ کتاب ہے جس نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کے فتویٰ لگوائے کیونکہ اسمیں انہوں نے ہر فرقہ کی غلطیاں ظاہر کی ہیں اور ان دھوکوں پر متنبہ کیا ہے جن میں وہ مبتلا ہیں تو چونکہ اس سے دنیا بھر کے اترے پترے (۱) کھلتے تھے اس لیے سب لوگ ان کے درپے ہوگئے پھر کافر بنانے کو موقع مل ہی جاتا ہے

چشمِ بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش درنظر (۲)

(۱) سب لوگوں کی حقیقت کھل جاتی ہے (۲) ''بداندیش آدمی کسی کام کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر میں اس کا ہنر عیب معلوم ہوتا ہے''۔

جب آدمی کسی کے درپے ہوجاتا ہے تو اس کو کمالات بھی عیوب نظر آتے ہیں وہ کتاب دعوے پست کرنے والی ہے جو لوگ اپنے کمالات کے معتقد ہیں اس کو دیکھیں پھر غور کریں کہ وہ کس دھوکہ میں مبتلا تھے۔

عمل وناز

بعض لوگ اپنے اعمال پر ناز کرتے ہیں اور خوش ہیں کہ ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ مگر ہماری طاعات کی ایسی مثال ہے جیسے بعض دفعہ نوکر آقا کو پنکھا جھلتا ہے کبھی اتنے زور سے کہ ٹوپی بھی اس کے سر سے اڑ جاتی ہے۔ کبھی اتنے آہستہ کہ اس کو ہوا بھی نہ لگے آقا کو ایسا پنکھا جھلنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ مگر وہ خوش اخلاقی کی وجہ سے کچھ نہیں بولتا تو اگر وہ نوکر ایسی خدمت کر کے ناز کرے کہ میں نے آج دو گھنٹہ آقا کی خدمت کی تو اس کا یہ ناز بجا ہے یا بیجا؟ یقیناً ہر شخص اس کو احمق بتائے گا کہ تو ناز کس بات پر کرتا ہے جتنی دیر تو نے خدمت کی ہے آقا کو تکلیف پہنچائی ہے تو اسی کو غنیمت سمجھ کہ اس نے تجھ کو سزا نہیں دی نہ کہ تو الٹا ناز کرتا اور اپنے کو انعام کا مستحق سمجھتا ہے۔ صاحبو! یہی حالت ہماری طاعات کی ہے کہ حق تعالیٰ ان طاعات پر ہم سے مواخذہ ہی نہ فرمائیں تو بسا غنیمت ہے یہ الٹا ناز کیسا؟ آخر کیا ہم کو اپنی طاعات کی حقیقت معلوم نہیں کہ ہم ان کو کس طرح بے سروپا ادا کرتے ہیں۔ مولانا نے مثنوی میں ایک بہرہ کی حکایت لکھی ہے کہ وہ اپنے ایک دوست کی عیادت کرنے گیا تھا راستہ میں سوچنے لگا کہ میں تو بہرہ ہوں مجھے دوسرے کی خصوص ضعیف مریض کی (۱) بات سنائی نہ دے گی۔ اس لیے ابھی سے حساب لگالینا چاہئے کہ میں جا کر پہلے کیا کہوں گا وہ اس کو کیا جواب دے گا پھر مجھ کو اس کے جواب میں کیا کہنا چاہئے چنانچہ اس نے حساب لگایا کہ پہلے میں اس سے پوچھوں گا کہ مزاج کیسا ہے، وہ کہے گا شکر ہے پہلے سے افاقہ ہے، میں کہوں گا الحمد للہ حق تعالیٰ اور زیادہ کرے، پھر میں کہوں گا کہ معالجہ کون سے طبیب کا ہے وہ کہے گا فلاں حکیم صاحب کا۔ میں کہوں گا سبحان اللہ بہت ہی لائق طبیب ہیں بڑی شفقت فرماتے ہیں ان

(۱) خاص طور پر ایک کمزور بیمار آدمی کی بات۔

کا علاج ترک نہ کرنا چاہئے۔ پھر پوچھوں گا کون سی دوا استعمال میں ہے وہ کسی دوا کا نام لے گا میں کہوں گا خدا اس کو آپ کی رگ وپے میں پیوستہ کرے اور خوشگوار فرمائے۔ یہ حساب لگا کر وہ پہنچے، بیمار نے جو بہرہ کی صورت دیکھی گھبرا گیا کہ یہ کمبخت کہاں سے آ گیا اب یہ میرا دماغ کھائے گا اپنی سب کچھ کہہ لیگا میری بات سنے گا نہیں۔ اب بہرہ میاں آگے بڑھے اور مزاج پوچھا کہ اب طبیعت کیسی ہے بیمار نے جھلا کر کہا حال کیا ہوتا مر رہا ہوں۔ آپ نے کہا الحمد للہ خدا اور زیادہ کرے، بیمار اور بھی جھلا گیا پھر پوچھا کہ کون سے حکیم صاحب کا علاج ہے اس نے کہا ملک الموت علیہ السلام کا۔ آپ نے کہا۔ سبحان اللہ بڑے ہی لائق طبیب ہیں ان کا علاج کبھی نہ چھوڑ یئے گا، ماشاء اللہ بڑے ہی شفیق ہیں اللہ تعالیٰ ان کا قدم مبارک فرماوے، پھر پوچھا کہ آج کل کونسی دوا استعمال میں ہے اس نے کہا زہر پی رہا ہوں، آپ بولے ماشاء اللہ انگبین ہے(۱) خدا اس کو آپ کی رگ رگ میں پیوستہ کرے اور خوشگوار فرمائے۔ تو اب آپ غور کیجئے کہ ایسی عیادت سے کیا کسی کا جی خوش ہوسکتا ہے ہر گز نہیں، مگر وہ بہرہ اپنے دل میں خوش تھا کہ میں نے اپنے دوست کا حق ادا کر دیا اس کی عیادت کر لی اور اس کا جی خوش کر دیا۔ ڈلے پتھر جی خوش کر دیا وہ تو اس کی جان کو کوستا ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ایسی ہی عبادت کرتے ہیں جیسی اس شخص نے عیادت کی تھی اور ان کا اپنی عبادت پر خوش ہونا ایسا ہی ہے جیسا وہ بہرہ اپنی عیادت پر خوش تھا۔

نتیجہ عبادت ناقص

صاحبو! یہ حال ہے ہماری ان عبادات کا جن پر ہم ناز کرتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو کچھ عبادت ٹوٹی پھوٹی ہم کر رہے ہیں اس کو بھی چھوڑ دیا جائے۔ بعضے ایسے احمق بھی ہیں جو یہی مطلب سمجھے ہوں گے کہ جب ہماری عبادت کسی کام کی نہیں تو پھر کیوں سر مارا۔ ارے وہ ایسے کریم ہیں کہ اکثر تو ٹوٹی پھوٹی عبادت کو بھی قبول کر لیتے ہیں نقل کو اصل کی جگہ کر دیتے ہیں جیسا آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعضے کاریگر مٹی کا خربوزہ

(۱) مثل شہد ہے۔

بنا کر رؤساء کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وہ ان کو انعام دیدیتے ہیں حالانکہ اس میں سوامٹی کے اور کچھ نہیں ہوتا مگر چونکہ خربوزہ کی شکل ہوتی ہے اس لیے وہ اس کی وہی قدر کرتے ہیں جو اصلی خربوزہ کی کرتے ہیں بلکہ اصلی خربوزہ سے بھی بعض دفعہ زیادہ قیمت دے دیتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ نقل پوری ہو۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے اعمال میں تو نقل بھی صحیح نہیں ہوتی۔ اب یہ کیا نماز ہے کہ قیام میں ہاتھ زانوں پر پڑے ہوئے ہیں ہاتھ بھی ڈھنگ سے نہیں باندھے جاتے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی کچھ بھی عظمت دل میں نہیں۔ عورتیں الحمد کو الہمد پڑھتی ہیں الفاظ بھی درست نہیں، خشوع خضوع کا تو کیا ذکر۔ یاد رکھو! قرآن کا صحیح پڑھنا واجب ہے کم از کم جتنا قرآن نماز میں پڑھو اس کو تو ضرور صحیح کرلو اس کی کوشش کرنا ہر ایک کے ذمہ واجب ہے کوشش کے بعد بھی درست نہ ہو تو معذور ہے، تو دیکھئے ہم تو نماز کی نقل بھی صحیح طور پر نہیں کرتے باقی امید تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ اس مکروہ نماز کو بھی قبول فرمالیتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ لوگ مہمل ہیں ان کے پاس ہے ہی کیا؟ اس مہمل نماز کو بھی رد کردیا جائے تو یہ بالکل ہی محروم رہ جائیں گے۔ اس لیے اکثر تو وہ ہماری بے ڈھنگی طاعات کو بھی قبول ہی فرمالیتے ہیں۔ حاجی صاحب کا ارشاد ہے کہ بھائی جس عبادت کے بعد پھر اس کی توفیق دوبارہ ہوجاوے تو یہ اس کے قبول ہونے کی علامت ہے اگر پہلی عبادت قبول نہ ہوئی ہوتی تو دوبارہ اس کی توفیق نہ ہوتی کیونکہ بادشاہ کو جس شخص کا اپنے دربار میں آنا ناگوار ہوتا ہے تو ایک بار کے بعد دوبارہ اس کو اپنے دربار میں گھسنے نہیں دیا کرتا یہ دلیل امید کے واسطے بہت ہے گو قطعی دلیل نہیں، ہاں اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (۱) کو اس کے ساتھ ملالو تو پھر کافی ہے۔

طریق معمول دینِ کامل

غرض میرا یہ مطلب نہیں کہ اگر اس وقت تم کو کامل عبادت کی توفیق نہیں تو ناقص کو چھوڑ دو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس پر بس نہ کرو بلکہ اس کی تکمیل کی کوشش کرو۔

(۱) ''میں بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں'' مسند احمد :۲/ ۳۱۵، الترغیب والترہیب: ۲/ ۳۹۳

دین کا طریقہ معلوم کرو اور دین میں کامل بننے کی سعی کرو۔ جس کا طریقہ کتب دینیہ کا پڑھنا سننا ہے خصوصاً عورتوں کے لیے تو یہی ایک طریقہ ہے کیونکہ ان کو علماء سے ملنے اور ان سے مسائل دریافت کرنے اور ان کے مواعظ و بیانات سننے کا موقع ہی نہیں ملتا لہٰذا ان کو کتب دینیہ کے پڑھنے اور سننے کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے مگر افسوس یہ ہے کہ اول تو عورتیں پڑھتی ہی نہیں ہیں اور جو لکھنا پڑھنا جانتی ہیں وہ دین کی کتابیں نہیں دیکھتیں۔ اب ان کے پڑھنے کی کیا کتابیں رہ گئی ہیں۔ ساپن نامہ، معجزہ آل نبی جس میں حضرت علی کا ایک جھوٹا قصہ ہے۔ اور وفات نامہ جس میں غلط روایات ہیں اور ہرنی نامہ یہ قصہ صحیح ہے مگر اس سے بھی کچھ احکام معلوم نہیں ہوتے اور منظوم تفسیر سورۂ یوسف اس میں بھی بعض روایات صحیح نہیں پھر اس میں زلیخا کے عشق کو بہت صاف صاف بیان کیا گیا ہے جس کا اثر اخلاق پر بہت بُرا پڑتا ہے۔ بس یہ ہے عورتوں کی انتہائی تعلیم، جس نے یہ کتابیں پڑھ لیں وہ گویا سب سے زیادہ پڑھی ہوئی ہے۔

حقیقت وعظ

جیسے سہارنپور میں ایک جاہل آیا تھا اس نے یہی کتابیں پڑھی تھیں اور اس کو ناز تھا کہ میں بھی عالم ہوں چنانچہ جمعہ کی نماز کے بعد اس نے خود ہی اعلان کیا بھائیو! اُواج (وعظ) ہوگی آپ کی لیاقت کا حال تو لوگوں کو ان دو لفظوں ہی سے معلوم ہو گیا مگر تماشا دیکھنے کے لیے لوگ بیٹھ گئے کہ دیکھیں بھائی اُواج کیسی ہوتی ہے وعظ تو بہت سنے مگر اُواج کبھی نہ سنی تھی تھوڑی دیر میں واعظ صاحب ممبر پر پہنچے اور تین مرتبہ یٰسٓ یٰسٓ یٰسٓ پڑھ کر اس کی تفسیر بیان کی اے محمد اے محمد اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں تجھے نہ پیدا کرتا تو نہ عرش کو پیدا کرتا نہ کرسی کو نہ آسمان کو نہ زمین کو۔ بھائیو! آدھی اُواج آج ہوگئی آدھی کل کو ہوگی۔ ہارے تھکے ہیں خرچ پاس نہیں ہے کچھ ہماری امداد کرو۔ بس وعظ ختم ہوا۔ اول تو احمق نے یٰسٓ کو شین سے پڑھا پھر اس کی تفسیر کیسی خوبصورت کی۔ اس مجمع میں ایک نابینا عالم بھی جن کا نام مولانا سعید الدین صاحب تھا موجود تھے اور لوگ ان کے علم وفضل کے معتقد تھے انہوں نے لوگوں سے فرمایا کہ ذرا ان مولانا کو

میرے پاس لانا چنانچہ لایا گیا آپ نے فرمایا کہ ان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو (کہیں بھاگ نہ جائیں) غرض اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر آپ نے دریافت فرمایا کہ مولانا آپ کی تحصیل کہاں تک ہے تو وہ واعظ صاحب فرماتے ہیں کہ ہماری تحصیل ہاپوڑ، مولانا سعید الدین صاحب سمجھ گئے کہ بیچارہ بالکل ہی جاہل ہے اس کو تحصیل کے معنی بھی معلوم نہیں۔ پھر آپ نے اردو الفاظ میں کہا کہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ تم نے کہاں تک تعلیم حاصل کی ہے کہنے لگا کہ ہم نے پڑھا ہے ہرنی نامہ، وفات نامہ، معجزہ آلِ نبی، ساپن نامہ، اور تو کیا جانے اندھے؟ مولانا سعید الدین صاحب نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور لوگوں سے فرمایا کہ اس کو کچھ نہ کہو، جانے دو، بیچارہ معذور ہے تو جیسے اس جاہل کو ان کتابوں کے پڑھنے پر ناز تھا اس نے ایک فاضل شخص کو بھی منہ نہ لگایا اور صاف کہہ دیا کہ تو کیا جانے اندھے۔ اسی طرح آج کل جو عورتیں یہ کتابیں پڑھ لیتی ہیں وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگتی ہیں کہ بس اب ہم سے زیادہ پڑھا ہوا کون ہوگا پھر غضب یہ ہے کہ عورتیں چونکہ عموماً ان پڑھ ہیں اس لیے ان میں سے جو کچھ پڑھ لیتی ہیں ان کی قدر خوب ہونے لگتی ہے کیونکہ دوسری عورتیں اتنا بھی پڑھنا نہیں جانتیں جب ان کی قدر ہونے لگی تو اب ان کو آگے پڑھنے کی کیا ضرورت رہی۔ گنگوہ میں ایک جاہل واعظ آیا تھا جو جہنم کو جہندم کہتا تھا۔ اس کے وعظ عورتوں میں ہوا کرتے تھے اور عورتیں اس کی بہت معتقد تھیں بلکہ بعضے مرد بھی معتقد تھے اور یوں کہتے تھے کہ یہ ایسا بڑا عالم ہے کہ مولوی رشید کو تو بارہ برس پڑھاوے، میں نے کہا واقعی مولانا رشید احمد صاحب کو تو بارہ برس میں بھی یہ علوم نہ حاصل ہوں گے بارہ برس کیا وہ تو ساری عمر میں بھی جہنم کو جہندم نہ کہہ سکیں گے۔

نصاب تعلیم نسواں

تو یہ عورتیں ہر ایک کی بہت جلد معتقد ہو جاتی ہیں چاہے اس نے الف بے تے ہی پڑھی ہو اور یہ سب جہل کی خرابی ہے جو ان میں پڑھی لکھی کہلاتی ہیں وہ بھی جاہل

ہی ہیں کیونکہ ان کے درس میں ایسے ایسے فضول قصے رہ گئے ہیں جن سے احکام کا علم بالکل نہیں ہوتا۔ آج کل ایک مناجات پڑھی جاتی ہے جس کو عورتیں اور مرد بڑے شوق سے سنتے ہیں جس میں ہر دو شعر کے بعد یہ مصرع پڑھا جاتا ہے۔ ''مری بار کیوں دیر اتنی کری''۔ اس کا مضمون بالکل خلاف شرع ہے مگر جہل ایسا عام ہوا ہے کہ کسی کو بھی ادھر التفات نہیں ہوتا اس نظم میں اول تو خدا تعالیٰ کی شکایت ہے کہ سب کو تو یہ یہ نعمتیں دے دیں اور میری بار کیوں دیر کر رکھی ہے اس میں علاوہ شکایت کے حق تعالیٰ کی طرف نعوذ باللہ ظلم کی بھی نسبت ہے کہ عجب کارخانہ ہے جس میں کچھ ضابطہ ہی نہیں کہ ایک بندے کو سب کچھ دیدیا اور مجھے ٹال رکھا ہے اب تک میرا مقصود پورا نہیں ہوتا۔ نیز اسمیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی مساوات کا بھی دعویٰ ہے اور ان پر حسد بھی ہے کیونکہ اس میں تمام انبیاء مشہورین کا ذکر کیا گیا ہے کہ آدم کو یہ دیا اور نوح کو دی پیغمبری اور سلیمان (علیہم السلام) کو دی سروری اور ہر ایک کے بعد یہ مصرع بھی کہ مری بار کیوں دیر اتنی کری۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ شاعر کو ان حضرات پر حسد ہے کہ ان کو تو سب کچھ مل گیا اور مجھے کچھ بھی نہ ملا میری بار میں دیر ہو رہی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ناظم کی نیت بھی یہی تھی مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ مطلب ان اشعار کا مدلول ضرور ہے اور قاعدہ ہے کہ جس بات میں ایہام خلاف بھی ہو اس سے بھی منع کیا جائے گا۔ آخر حق تعالیٰ نے صحابہ کو رَاعِنَا کہنے سے کیوں منع فرمایا، کیا معاذ اللہ صحابہ کرام کے ذہن میں اس کے معنی کچھ بُرے تھے ہرگز نہیں بلکہ محض اس لیے کہ یہ لفظ مُوہم ہوتا ہے[1] بُرے معنی کا قصد کر کے استعمال کریں اس قاعدہ کے تحت یہ نظم بھی داخل ہے گو قائل کا قصد بُرا نہ ہو۔ پس اس کا پڑھنا اور سننا اور پڑھوانا سب ناجائز ہے۔ پس یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ عورتوں کے نصاب تعلیم میں تمام فضول اور خرافات قصے ہی رہ گئے اور یہاں تک بھی بس تھی۔

(۱) برے معنی کا وہم ہوتا ہے۔

مذمتِ ناول

اب تو غضب یہ ہے کہ عورتیں ناول پڑھتی ہیں جس سے اخلاق بہت ہی خراب ہوجاتے ہیں۔ ان ناولوں کی بدولت شرفاء کے گھروں میں بھی بڑے بڑے واقعات شرمناک وقوع میں آچکے ہیں مگر اب بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان ناولوں سے تو وہ پرانی کتابیں قصہ گل بکاؤلی و چہاردرویش و طلسم ہوشربا ہی غنیمت ہیں۔ اگرچہ میں ان کے دیکھنے سے بھی عورتوں کو سختی کے ساتھ منع کرتا ہوں مگر واللہ ان ناولوں سے وہ ہزار درجہ بہتر ہیں ان کے برابر وہ اخلاق کو خراب نہیں کرتیں قصے گو ان میں بھی خرافات ہی ہیں مگر تدابیر اختلاط وحیلہائے وصول الی المقصود[۱] ان میں ایسے بتلائے ہیں جو نہایت متعذر الحصول[۲] دشوار ہیں مثلاً شاہزادہ کا گل بکاؤلی کے باغ میں پہنچنا کیسے ہوا کہ راستہ میں ایک دیو ملا اس کو اس نے ماموں بنایا اسے اس پر رحم آیا اور اس نے باغ میں پہنچادیا۔ اسی طرح چہار درویش کے قصے میں بھی تمام صورتیں حصول مقصود کی ایسی ہیں جو انسان کے قبضہ کی نہیں ہیں خدا ہی چاہے تو ان طریقوں سے مقصود میسر آسکتا ہے اور ان کمبخت ناولوں میں تو ایسی سہل سہل[۳] ترکیبیں لکھی ہیں جن سے ہر شخص کام لے سکتا ہے مثلاً یہ کہ عاشق نے کسی نین کو یا جلاہی کو لالچ دلایا کہ میں تجھ کو اتنے روپے دوں گا تو فلاں لڑکی سے مجھ کو ملادے۔ اب یہ ترکیب ایسی آسان ہے کہ جس کے پاس روپیہ ہو وہ اس سے بآسانی کام نکال سکتا ہے کیونکہ ایسی عورتیں بہت جلد لالچ میں آجاتی ہیں نہ ان میں دین ہے نہ حیا نہ کسی کی آبرو کا ان کو خیال ان کے ذریعہ سے گھروں میں کچھ سے کچھ واقعات ہوجانا بڑی بات نہیں۔ اس لیے میں ان ناولوں کو گل بکاؤلی وغیرہ سے بھی بدتر جانتا ہوں۔

فرائضِ مَرد

صاحبو! خدا کے واسطے اپنی عورتوں کو ان ناپاک کتابوں سے بچاؤ اور ناول کو

(۱) محبوب سے ملاقات کی تدبیریں اور مقصود حاصل ہونے کا طریقہ (۲) جن کا حاصل کرنا بہت ہی مشکل ہے (۳) آسان آسان۔

ہرگز اپنے گھر میں نہ گھسنے دو، اگر کہیں نظر بھی پڑ جائے تو فوراً جلادو، اور عورتوں کے پاس ایسی کتابیں پہنچاؤ جن میں دین کے پورے اجزاء سے کافی بحث ہو۔ عقائد کا بھی مختصر بیان ہو۔ وضو اور پاکی ناپاکی کے بھی مسائل ہوں۔ نماز، روزہ حج، زکوٰۃ، نکاح، بیع وشرا کے بھی مسائل ہوں اور اصلاح اخلاق کا طریقہ بھی مذکور ہو۔ آداب اور سلیقہ کی باتیں بھی بیان کی گئی ہوں یہ بات مردوں کے ذمہ ہے اگر وہ اس میں کوتاہی کریں گے ان سے بھی مواخذہ ہوگا کیونکہ حق تعالیٰ کا حکم ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا۔(۱) اپنی جانوں کو بھی جہنم سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی۔ اگر کوئی مرد خود متقی ہو جائے اور اپنے گھر والوں کے دین کی خبر نہ لے تو خدا تعالیٰ اس کی عورتوں کے ساتھ اس کو بھی جہنم میں بھیج دیں گے۔ تنہا اس کا متقی بن جانا قیامت میں عذاب سے نجات کے لیے کافی نہ ہوگا پس مردوں کا کام یہ ہے کہ عورتوں کے پاس ایسی کتابیں پہنچائیں اور عورتوں کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے مردوں سے یہ کتابیں پڑھیں اور ان پر عمل کریں خود بھی دیکھیں اور اپنی لڑکیوں کو بھی پڑھائیں اور جو اَن پڑھ عورتیں ہیں ان کو بھی احکام سنائیں اور ہمت کر کے ان پر عمل کرنے کا اہتمام کریں ان شاء اللہ دین بہت جلد مکمل ہو جائے گا۔

کوتاہی نمازِ نسواں

اجمالاً میں نے دین کامل کرنے کا طریقہ بتلادیا اب مجھے تفصیل کی ضرورت نہیں رہی لیکن جس طرح بعض ضروری فروع پر مردوں کے وعظ میں تنبیہ کی گئی تھی اسی طرح بعض فروع یہاں بھی بیان کرتا ہوں جن میں اکثر عورتیں کوتاہی کرتی ہیں تاکہ ان پر قیاس کر کے وہ دوسرے اجزاء دین سے بھی غفلت نہ کریں کیونکہ اس وقت میں ان فروع کا ذکر کروں گا جو بہت ظاہر ہیں۔ جب ان میں بھی کوتاہیاں کی جاتی ہیں تو دوسرے فروع کا کیا حال ہوگا۔ اس کو خود سمجھ لینا چاہئے۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نماز کا

(۱)''اے مسلمانو! اپنی جانوں کو بھی جہنم سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی'' سورۃ التحریم:۶

بیان شروع کرتا ہوں جس کا فرض ہونا ہر مسلمان کو معلوم ہے۔ مگر افسوس ہے کہ عورتیں نمازی بہت کم ہیں حالانکہ قرآن کی ایک آیت میں نماز ترک کرنے کو شرک میں داخل کیا گیا ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

مُنِيبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنا مشرک بننا ہے اور حدیث میں تو یہ مضمون بہت صاف ہے مَن تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ (۲)۔ گو جمہور علماء نے ان آیات واحادیث میں تاویل کی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ نماز کا چھوڑنا کافروں کا سا کام کرنا ہے مگر صاحبو! اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ظاہر الفاظ میں ایسے شخص کو کافر کہہ دیا ہے مگر علماء تاویل کرتے ہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ یہ تاویل غلط ہے لیکن ہم کو اس تاویل کے بھروسہ پر بے فکر نہ ہونا چاہئے کیونکہ خدا ورسول جس بات کو کفر فرما رہے ہیں اگر وہ واقع میں کفر بھی نہیں تو یقینا کفر سے بہت قریب ہے۔ اور کفر کا انجام جو کچھ ہے سب کو معلوم ہے کہ ابدالآباد کے لیے جہنم کی سزا ہے تو جو کام اس سے قریب کرنے والا ہو مسلمان کو اس سے کوسوں دور بھاگنا چاہئے۔ بعضی عورتیں نماز پڑھتی ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ وہ رکوع وسجدے ٹھیک نہیں کرتیں بڑی جلدی کرتی ہیں۔ حالانکہ تعدیل ارکان واجب ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک فرض ہے۔ تعدیل ارکان کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے ہر رکن کو اطمینان وسکون کے ساتھ ادا کیا جاوے۔ مثلاً رکوع کے بعد سر اٹھا کر تھوڑی دیر سیدھا کھڑا ہو جانا چاہئے اور سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا لك الحمد (۳) سیدھا کھڑا ہو کر کہے اس کے بعد اطمینان سے سجدہ میں جاوے۔ اس کو قومہ کہتے ہیں۔ عورتیں قومہ بالکل نہیں کرتیں اور بعض مرد بھی نہیں کرتے بس رکوع سے فارغ ہو کر ذرا سر کا اشارہ کر کے فوراً سجدے میں چلے جاتے ہیں اس طرح نماز نہیں ہوتی۔ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو جانا ضروری ہے۔ اسی طرح اکثر عورتیں دونوں

(۱)''یہ ہے کہ اس کی طرف رجوع کرو اور اس سے ڈرو، نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے مت بنو'' سورۃ الروم:۳۱ (۲)''جس نے نماز کو قصداً ترک کردیا وہ کافر ہوگیا'' کنزالعمال:۵۰۰۸، اتحاف السادۃ المتقین ۳:۱۰ (۳)''اللہ تعالیٰ نے اس کی پکار سن لی جس نے اس کی تعریف کی اے ہمارے پروردگار تیری تعریف''

سجدوں کے بیچ میں جلسہ نہیں کرتیں بس ایک سجدہ کر کے ذرا سا سر کا اشارہ کر کے فوراً دوسرا سجدہ کر دیتی ہیں اس طرح بھی نماز نہیں ہوتی اس کا خوب خیال رکھو اور قومہ وجلسہ اطمینان سے ادا کرو۔ بعضی عورتیں قرآن غلط پڑھتی ہیں اس کا اہتمام بھی ضروری ہے بعض دفعہ ایسی غلطی ہوجاتی ہے جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے چند سورتیں نماز کے لیے کم از کم ضرور صحیح کرلو۔ بعض عورتیں نماز وقت سے ٹال دیتی ہیں۔ نماز کا وقت آ گیا اور بیٹھی باتیں بنا رہی ہیں جب وقت قریب الختم ہوتا ہے اس وقت پیشاب پاخانہ کے لیے لوٹا ہاتھ میں لیا جاتا ہے حتیٰ کہ ان مقدمات ہی میں وقت نکل جاتا ہے۔ یاد رکھو بدوں کسی عذر کے نماز کا وقت سے ٹالنا سخت گناہ ہے (عورتوں کو سب نمازیں اول وقت میں پڑھنی چاہئیں، ان کے لیے یہی افضل ہے ۱۲ جامع) بعض دفعہ ایام سے پاک ہونے کے بعد جلدی نماز شروع نہیں کرتیں دو تین وقت ٹال دیتی ہیں کہ کل کو سر دھو کر بال درست کر کے نہاویں گے پھر نماز شروع کریں گے۔ اس کا یہ حکم ہے کہ اگر تین دن پورے ہونے سے پہلے پاک ہوجائے تب تو آخر وقت مستحب تک انتظار کرنا واجب ہے، اگر آخر وقت تک پاک ہی رہی تو غسل کر کے نماز پڑھنا واجب ہے۔ اور اگر تین دن کے بعد مگر عادت سے پہلے پاک ہوئی تو آخر وقت تک انتظار کرنا مستحب ہے پھر غسل کر کے نماز پڑھنا واجب ہے غرض پاکی نظر آنے کے بعد ایک وقت کی نماز قضا کرنا بھی جائز نہیں اور یہی حکم روزہ کا ہے خوب سمجھ لو۔ (عورتوں کو اپنے ایام کی عادت کا یاد رکھنا واجب ہے اس میں غفلت جائز نہیں ایام عادت کے بھول جانے سے بڑی پریشانی ہوگی اور اس کے لیے مسئلہ بہت پیچ در پیچ ہوجائے گا جب کوئی عورت کسی معمول سے پاک ہو فوراً ان کے دن لکھ لیوے یا اچھی طرح یاد کر لیوے ۱۲ جامع) پاکی ناپاکی کے مسائل معلوم کرنا بھی عورتوں کے ذمہ لازم ہے، بقدر ضرورت بہشتی زیور میں اس کے مسائل موجود ہیں۔ کسی سمجھدار عورت سے یا اپنے شوہروں سے سمجھ کر پڑھ لیں۔ بعضی عورتیں اگر خود نماز کی پابندی کرتی ہیں تو وہ اپنے بچوں اور ماماؤں کو نماز کے واسطے نہیں کہتیں۔ بچوں کی پرورش زیادہ تر ماؤں کی آغوش میں ہوتی ہے لہٰذا ان کو اخلاق حسنہ سکھلانا اور نماز وغیرہ کی تعلیم دینا عورتوں کے ذمہ ہے اس میں ہرگز غفلت نہ کریں جب بچہ سات

برس کا ہوجاوے اس وقت سے نماز کی تاکید شروع کریں اور جب دس سال کا ہوجاوے تو مار پیٹ کر نماز پڑھاویں۔ اطباء نے لکھا ہے کہ اخلاق حسنہ واعمال صالحہ کا اثر صحت پر بھی اچھا ہوتا ہے جس بچے کو نیک کاموں کی عادت ہوگی اس کی صحت بھی عمدہ ہوگی عورتوں کو بچوں کی صحت ہی کا خیال ہوتا ہے اس لیے میں نے یہ فائدہ بھی بتلادیا کہ اگر کسی کو دین کا خیال نہ ہو تو صحت ہی کا خیال کرکے بچوں کو نماز وغیرہ کی تاکید کرتی رہیں۔ اسی طرح ماماؤں کو بھی نماز کی تاکید کرنی چاہئے چونکہ وہ تمہاری ماتحت ہیں اگر تم ان کو دھمکاؤ گی تو ضرور اثر ہوگا اور اس میں سستی کرنے سے تم پر بھی مواخذہ رہے گا کہ تم نے قدرت ہوتے ہوئے کیوں سستی کی بلکہ جس ماما کو مقرر کرو اس سے یہ شرط کرلیا کرو کہ تم کو پانچوں وقت کی نماز پڑھنا ہوگی۔ جس گھر میں ایک شخص بھی بے نمازی ہوتا ہے اس گھر میں نحوست برستی ہے۔ عورتوں کو اس طرف تو بالکل ہی توجہ نہیں۔ یہ عورتوں کی نماز کے متعلق چند کوتاہیاں ہیں۔

کوتاہی روزہ نسواں

روزہ کو میں اس واسطے نہیں کہتا کہ عورتوں کو روزہ زیادہ دشوار نہیں اس میں وہ ماشاء اللہ مردوں سے بھی زیادہ شیر ہیں اکثر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں روزے بہت رکھ لیتی ہیں مگر نماز سے ان کی جان نکلتی ہے۔ اور روزہ رکھنا کچھ عورتوں کا زیادہ کمال بھی نہیں بلکہ اس میں ایک طبی راز ہے وہ یہ کہ ان میں رطوبت وبرودت کا غلبہ ہے سرد مزاج والے کو بھوک پیاس کم لگتی ہے اس لیے ان کو روزہ آسان ہے دوسرے ان کو کھانے کے اندر مشغولی رہتی ہے اپنے ہاتھ سے سب چیزیں پکاتی ہیں۔ خوشبو سونگھتی رہتی ہیں اس سے بھوک تو فوراً کم ہوجاتی ہے، صرف پیاس کی تکلیف رہ گئی اس کی سہار(۱) بھی ان کو مشکل نہیں کیونکہ اول تو وہی برودت ورطوبت مانع عطش بھی ہے(۲)۔ دوسرے یہ دن بھر گھر ہی میں رہتی ہیں کہیں دھوپ میں آنے جانے کا ان کو کام نہیں پڑتا۔ رہا یہ کہ کھانا پکانے میں آگ کے سامنے بیٹھنا پڑتا ہے تو اکثر جو عورتیں روزہ دار ہیں وہ اپنے ہاتھ

(۱) برداشت (۱) طبیعت کی سردمزاجی کی وجہ سے پیاس بھی نہیں لگتی۔

سے کم پکاتی ہیں ان کے آگے خدمت کرنے کو مامائیں موجود ہوتی ہیں اور جن کو خود کام کرنے پڑیں وہ یہ ترکیب کرتی ہیں کہ پہلے سالن کی ہانڈیاں تیار کرلیتی ہیں سالن پکانے میں آگ کے سامنے جم کر نہیں بیٹھنا پڑتا، ایک دفعہ آگ جلادی ہانڈی رکھ دی اور چلتے پھرتے پکالی پھر جب عصر کا وقت ہوگیا گرمی کم ہوگئی جلدی جلدی پندرہ بیس منٹ میں روٹی پکالی اس لیے ان کو کھانا پکانے میں بھی کچھ زیادہ دقت نہیں ہوتی۔ تیسری وجہ سہولت روزہ کی یہ ہے کہ عموماً عورتوں کو کھانے کی حرص کم ہوتی ہے ان کو عمدہ کھانا مرغوب نہیں ہوتا بس ان کی ہانڈی محض مردوں کی خاطر سے پکتی ہے اگر کبھی مرد گھر پر نہ ہوتو یہ چٹنی پیس کر ہی گزر کر لیتی ہیں۔ شریف عورتیں عمدہ غذائیں کھانے سے بہت بچتی ہیں آپس میں کہا کرتی ہیں کہ اگر ہم اچھی غذائیں کھائیں گے تو لوگ یوں کہیں گے، کہ بڑی چٹوری ہے۔ ہائے یہ کیسی بُری بات ہے جب یہ اس طرح اپنے نفس کو مارتی ہیں تو رفتہ رفتہ ان کی بھوک بھی مرجاتی ہے اس لیے روزہ میں ان کا کمال نہیں بلکہ اس میں مردوں کا کمال ہے کہ ہاؤ ھپ ہیں (۱) اور پھر روزہ رکھتے ہیں۔ مگر افسوس اب مردوں نے روزہ رکھنے میں ہمت بہت ہاردی ہے آج کل مردوں میں روزہ دار بہت کم ہیں۔ پس میں عورتوں سے یہ تو نہیں کہتا کہ وہ روزہ نہیں رکھتیں، ہاں روزہ میں غیبت سے بچنے کا ضرور کہوں گا۔ کیونکہ ان کا روزہ غیبت سے بہت کم پاک ہوتا ہے، جب ان کو روزہ میں کھانا پکانے کا دھندہ کم ہوتا ہے تو آپس میں محفل جما کر بیٹھتی ہیں اور تیری میری غیبت شکایت میں روزہ برباد کرتی ہیں یوں تو غیبت ہر حال میں حرام ہے مگر روزہ کی حالت میں اس کا گناہ زیادہ ہے جیسے زنا کرنا ہر جگہ حرام ہے، اور مکہ معظّمہ میں کرنا سخت گناہ ہے کیونکہ شرفِ مکان وشرفِ زمان سے جس طرح طاعات کا ثواب بڑھتا ہے اسی طرح معاصی کا گناہ بھی بڑھ جاتا ہے نیز روزہ میں پان کھانے والیاں یہ بھی کوتاہی کرتی ہیں کہ سحری میں منہ کے اندر پان دبا کر سورہتی ہیں اگر صبح تک منہ میں پان رہا تو روزہ نہیں ہوتا اس کی احتیاط بہت ضروری ہے۔

---

(۱) بہت کھاؤ اور پیٹو ہیں۔

ترغیبِ زکوٰۃ

زکوٰۃ میں بھی عورتیں بہت سستی کرتی ہیں کہ اپنے زیوروں لچکوں (۱) کی زکوٰۃ نہیں دیتیں۔ یاد رکھو! جتنا زیور عورت کو جہیز میں ملتا ہے وہ اس کی مِلک ہے اس کی زکوٰۃ دینا اس پر واجب ہے اور جو زیور شوہر کے گھر سے ملتا ہے اگر وہ اس نے ان کی مِلک کردیا ہے تو اس کی زکوٰۃ بھی ان پر واجب ہے اور اگر ملک نہیں کیا محض پہننے کے واسطے دیا ہے تو اس کی زکوٰۃ مردوں کے ذمہ واجب ہے۔ ہر سال اپنے زیور کا حساب کر کے جتنی زکوٰۃ اپنے ذمہ ہو فوراً ادا کردینی چاہیے۔ اس میں سستی کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ نے بہت سے غریبوں کو مال نہیں دیا۔ حالانکہ تم ان سے کچھ زیادہ نہیں ہو، اکثر غرباء کمالات میں تم سے بڑھے ہوئے ہیں کہ وہ نمازی بھی ہیں دیندار بھی ہیں پھر بھی جو ان کو خدا نے مال نہیں دیا اور تم کو دیا ہے تو اس کی کیا وجہ؟ خدا نے امیروں کو اسی واسطے مال دیا ہے کہ وہ غریبوں کو دیا کریں کیونکہ ہر شخص اتنے ہی مال کا حق دار ہے جتنے کی اس کو ضرورت ہے پھر جس کو خدا نے حاجت سے زیادہ مال دیا ہے وہ جمع کرنے کے واسطے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کو دینے کے واسطے ہے جن کو حاجت کے موافق بھی نہیں ملا اور اس میں خدا تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں ہیں کہ وہ غریبوں کو امیروں کے ہاتھ سے دلوانا چاہتے ہیں اس قاعدہ کا تو یہ مقتضا تھا، کہ امیروں کو یہ حکم دیا جاتا کہ جتنا مال ان کی ضرورت سے زیادہ ہو سب غریبوں کو دیدیا کریں کیونکہ عقلاً وہ انہی کا حق ہے لیکن یہ خدا کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے سارا مال دینے کا حکم نہیں کیا بلکہ صرف چالیسواں حصہ واجب کیا ہے پھر اس میں بھی کوتاہی کرنا بڑا ظلم ہے۔

پَردہ میں کوتاہی

ایک کوتاہی عورتوں میں یہ ہے کہ ان میں پردہ کا اہتمام کم ہے۔ اپنے عزیزوں میں جو نامحرم ہیں ان کے سامنے بے تکلف آتی ہیں۔ ماموں زاد، چچازاد، خالہ زاد بھائیوں سے بالکل پردہ نہیں کرتی ہیں اور غضب یہ کہ ان کے سامنے بناؤ سنگار

(۱) دوپٹے پر لگا ہوا سچا گوٹا۔

کر کے بھی آتی ہیں پھر بدن چھپانے کا ذرا اہتمام نہیں کرتیں گلہ اور سر کھلا ہوا ہے، ان کے سامنے آجاتی ہیں اور اگر کسی کا سارا بدن ڈھکا ہوا بھی ہو تو کپڑے ایسے باریک ہوتے ہیں جن میں سارا بدن جھلکتا ہے حالانکہ باریک کپڑے پہن کر محارم کے سامنے آنا بھی جائز نہیں کیونکہ محارم سے علاوہ ما تحت الازار(۱) کے پیٹ اور کمر اور پہلو اور پسلیوں کو چھپانا بھی فرض ہے پس ایسا باریک کرتہ پہن کر محارم کے سامنے آنا بھی جائز نہیں جس سے پیٹ یا کمر یا پہلو یا پسلیاں ظاہر ہوں یا ان کا کوئی حصہ نظر آتا ہو شریعت نے تو محارم کے سامنے آنے میں بھی اتنی قیدیں لگائی ہیں اور آج کل کی عورتیں نامحرموں کے سامنے بھی بیبا کانہ آتی ہیں گویا شریعت کا پورا مقابلہ ہے۔ بیبیو! پردہ کا اہتمام کرو اور نامحرم عزیزوں کے سامنے قطعاً نہ آؤ اور محارم کے سامنے احتیاط سے آؤ۔ اس جگہ مجھ کو ایک بات یاد آئی جس پر اہل علم کو تنبیہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ مُتون میں (۲) تو صرف یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ محارم کے سامنے ماتحت الازار کے علاوہ ظہر وبطن کا چھپانا ضروری ہے (۳) اور شروح میں اس پر اتنی زیادت اور مذکور ہے (۴) مع الجنبین یعنی پہلوؤں کا چھپانا بھی ضروری ہے اس کو ایک بہت بڑے عالم نے مع الجبین پڑھ کر ترجمہ یہ کر دیا کہ محارم سے پیشانی کا بھی چھپانا فرض ہے۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے اور حیرت ناک غلطی ہے کیونکہ جبین داخل وجہ ہے (۵) اور ستر وجہ فرض نہیں (۶) کیونکہ وجہ وکفین وقدمین عورۃ نہیں (۷) ہیں گو بوجہ خوف فتنہ کے غیر محارم کے سامنے کشف وجہ سے وجوباً منع کیا جاتا ہے (۸) یہ اور بات ہے اس سے وجہ کا داخل ہونا لازم نہیں (۹) آتا اس لیے یہ مسئلہ اگر کسی کی نظر سے گزرے تو دھوکہ نہ کھاوے اس میں ان عالم سے غلطی ہوگئی ہے مگر اس سے ان کے عالم فاضل ہونے میں کچھ نقص نہیں آگیا (۱۰) کیونکہ عالم سے

---

(۱) ناف سے لیکر گھٹنے تک کے حصہ کے علاوہ۔ (۲) فقہ کی اصلی کتب میں (۳) ناف سے نیچے کے حصہ کے علاوہ کمر اور پیٹ کا چھپانا (۴) ان کتابوں کی شروحات میں یہ اضافہ ہے (۵) پیشانی چہرے میں داخل ہے (۶) چہرے کا (محارم) سے چھپانا فرض نہیں (۷) کیونکہ چہرہ ہتھیلیاں اور پیر ستر میں داخل نہیں (۸) اگرچہ نامحرموں کے سامنے چہرہ کو کھولنا جائز نہیں کیونکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے (۹) نامحرموں سے چہرے کو چھپانا واجب ہونے کی وجہ سے چہرے کا ستر میں داخل ہونا لازم نہیں آتا (۱۰) کمی نہیں آتی۔

کسی مقام پر لغزش بھی ہوجاتی ہے اور اس سے کوئی بھی بچا ہوا نہیں بجز انبیاء علیہم السلام کے (گو لغزش ان سے بھی ہوجاتی ہے مگر وہ خطا پر مستمر نہیں رہ سکتے وحی سے فوراً ان کو متنبہ کردیا جاتا ہے ۱۲ جامع) الغرض عورتوں کو نامحرم عزیزوں سے گہرا پردہ کرنا چاہئے، ہاں جس گھر میں بہت سے آدمی رہتے ہوں جن میں بعض نامحرم ہوں اور بعضے محرم اور گھر تنگ ہو، اور پردہ کرنے کی حالت میں گزر مشکل ہو۔ ایسی حالت میں نامحرم عزیزوں سے گہرا پردہ کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ایک گھر میں اس طرح نباہ ہوسکتا ہے اس صورت میں نامحرموں کے سامنے بقدر ضرورت چہرہ کا کھولنا جائز ہے مگر باقی تمام بدن سر سے پیر تک لپٹا ہوا ہونا چاہئے۔ کفوں (۱) کے چاک سے ہاتھ نہ جھلکیں۔ گریبان کھلا ہوا نہ رہے بٹن اچھی طرح لگے ہوئے ہوں تاکہ گلا اور سینہ نہ جھلکے (۲)، دوپٹہ سے تمام سر لپٹا ہوا ہو کہ ایک بال بھی باہر نہ رہے۔ اس طرح بدن کو چھپا کر ان کے سامنے منہ کھول کر گھر کا کام کاج کرسکتی ہیں (اور بہتر یہ ہے کہ ایسی حالت میں بھی گھونگھٹ (۳) کی عادت رکھیں کھلم کھلا ان کے سامنے چہرہ ظاہر نہ کریں ۱۲ جامع) اور یہی حکم کافر عورتوں کا ہے کہ ان کے سامنے صرف چہرہ اور ہاتھ اور پیر کھولنا جائز ہے باقی تمام بدن کا ان سے چھپانا واجب ہے کہ سر کا بال بھی ان کے سامنے نہ کھلے، عورتیں بھنگنوں اور چماریوں سے بالکل احتیاط نہیں کرتیں حالانکہ ان سے بھی بجز وجہ اور کفین اور قدمین (۴) کے باقی بدن کا شرعاً ویسا ہی پردہ ہے جیسے نامحرم مردوں سے لیکن گھبراؤ نہیں کہ اتنی احتیاط ہم سے کس طرح ہوسکتی ہے۔ تم احتیاط کرنا تو شروع کرو، ان شاء اللہ ذرا دقت ہوگی۔ یاد رکھو اس نفس کی مثال بچہ جیسی ہے کہ بچہ کا اگر دودھ نہ چھڑایا جاوے تو وہ بارہ برس تک بھی دودھ ہی پیتا رہے گا اور خود کبھی نہ چھوڑے گا اور اگر دو برس کے بعد دودھ چھڑا دیا جاوے تو دو چار روز کے لیے تو دقت ہوتی ہے مگر پھر بچہ کو روٹی کی ایسی عادت ہوجاتی ہے کہ اس کو ماں کے دودھ سے نفرت ہوجاتی ہے اور اب اگر کوئی اس سے دودھ پینے کو کہے تو وہ ہرگز راضی نہ ہو، یہی حال نفس کا ہے کہ اگر گناہوں کے کام اس سے نہ چھڑائے جائیں تب تو

(۱) آستینوں کے کف ایسے ہونے چاہئیں جس میں سے ہاتھ ظاہر نہ ہوتے ہوں (۲) تاکہ گلا اور سینہ نظر نہ آئے (۳) دوپٹہ چہرے کے آگے کرلیں تاکہ پردہ رہے (۴) سوائے چہرے ہتھیلیوں اور پیروں۔

یہ کبھی اپنے آپ ان سے نہیں رک سکتا اور اگر ہمت کر کے قصد کرلیا جائے کہ بس آج سے پیچھے یہ گناہ نہ کریں گے تو اول اول دو چار روز تک تو تکلیف ہوتی ہے پھر آسانی ہوجاتی ہے بلکہ کچھ دنوں کے بعد اسے نفرت ہوجاتی ہے۔ پھر جیسے بچہ کا اگر دودھ نہ چھڑایا جاوے تو اس کا معدہ کمزور رہتا ہے کہ عمدہ نفیس غذائیاں ہضم نہیں کرسکتا اور دودھ چھڑانے کے بعد وہ دنیا بھر کی نعمتیں کھانے لگتا ہے اور ان کا مزہ چکھ کر باپ ماں کو دعا دیتا ہے کہ خدا ان کا بھلا کرے کہ انہوں نے میرا دودھ چھڑا کر ان نعمتوں کے قابل مجھے بنادیا اسی طرح گناہوں کو چھوڑ کر آپ کا دل انوار طاعات کے قابل ہوجائے گا پھر جب طاعات کے انوار قلب (۱) پر فائض ہوں گے تو آپ بھی دعا دیں گے کہ خدا اس شخص کا بھلا کرے جس نے گناہوں کو ہم سے چھڑا کر ہم کو ان انوار کے قابل بنادیا پھر آپ کو ان گناہوں کی طرف التفات بھی نہ ہوگا البتہ چندروز ہمت کرنا پڑے گی۔ مصرع:

چند روزے جہد کن باقی بخند (۲)

اور چند روز کے لیے ہمت کرنا کچھ مشکل بھی نہیں کیا آپ بچہ سے بھی گئے گزرے کہ وہ تو دودھ چھڑانے کی کلفت (۳) برداشت کرلیتا ہے اور آپ سے ایک ذراسی کلفت برداشت نہ ہو۔

تعظیمِ شوہر

ایک کوتاہی عورتوں کی یہ ہے کہ وہ شوہروں کی تعظیم اور ان کا ادب نہیں کرتیں اور یہ سخت بے حیائی ہے۔ بعضی عورتیں مردوں سے ایسا برابری کا برتاؤ کرتی ہیں گویا شوہر ان کا برابر کا بھائی ہے اور یہ بھی غنیمت ہیں۔ بعض جگہ تو عورتیں مردوں پر حکومت کرتی ہیں حالانکہ شریعت میں شوہروں کی تعظیم کے متعلق سخت تاکید ہے۔ حدیث میں صاف آیا ہے کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کے لیے سجدہ کو جائز کرتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ لیکن سجدہ خدا کے سوا کسی کو جائز نہیں مگر اس سے یہ بات تو معلوم ہوگئی کہ شوہر کی کس درجہ تعظیم عورتوں کے ذمہ واجب ہے۔ (کہ جو چیز خدا

(۱) نیکوں کا نور دل پر پڑے گا (۲) ''چندروز کوشش کرو پھر خوش رہو گے'' (۳) پریشانی۔

کے لیے مخصوص ہے اگر اس کا مستحق کوئی غیر ہوسکتا تو شوہر اس کا مستحق ہوتا ۱۲) بعض جگہ تو عورتیں مردوں کو ذلیل کرتی ہیں اور بعض جگہ مرد بھی ظالم ہوتے ہیں کہ وہ عورتوں کو بہت ذلیل رکھتے ہیں اور بعض جگہ دونوں طرف سے یہی برتاؤ ہوتا ہے قیامت میں ان سب کا حساب ہوگا اور جس نے جس کی حق تلفی کی ہوگی اس سے انتقام لیا جائے گا۔ پس مردوں کو چاہئے کہ وہ عورتوں کے حقوق کی رعایت رکھیں اور عورتوں کو مردوں کی تعظیم کرنی چاہئے ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا خیال کرنا چاہئے۔

فضول خرچی

ایک کوتاہی عورتوں کی یہ ہے کہ یہ اسراف بہت کرتی ہیں، روپیہ کو احتیاط سے خرچ نہیں کرتیں۔ بس یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم کو تو کمانا پڑتا نہیں ہم جس طرح چاہیں خرچ کریں، مرد اپنے آپ کما کر لائے گا۔ بعض جگہ مامائیں خوب گھر لوٹتی ہیں اور یہ ذرا خبر نہیں لیتیں۔ یاد رکھو شوہر کے مال کی نگہبانی عورتوں کے ذمہ واجب ہے اس کو اس طرح رائیگاں کرنا ان کو جائز نہیں قیامت میں عورتوں سے اس کا بھی حساب ہوگا۔ خصوصاً شادیوں میں تو بہت ہی فضول خرچی کرتی ہیں۔ ان میں تو عورتیں ہی مفتی اعظم ہوتی ہیں۔ سارے کام انہی سے پوچھ پوچھ کر کئے جاتے ہیں۔ مرد جانتے ہی نہیں کہ شادیوں میں کہاں خرچ کی ضرورت ہے کہاں نہیں بس جس جگہ عورتیں خرچ کرنے کا حکم دیتی ہیں وہاں بلاچوں وچرا خرچ کیا جاتا ہے اور ان عورتوں نے ایسے بے ڈھنگے خرچ نکال رکھے ہیں جن میں فضول روپیہ برباد ہوتا ہے ان شادیوں کی بدولت بہت سے بڑے بڑے گھر تباہ وبرباد ہوگئے ہیں لیکن اب بھی لوگوں کو عقل نہیں آتی اور وہ ان رسوم وغیرہ میں عورتوں وغیرہ کا اتباع نہیں چھوڑتے۔ حتیٰ کہ ایک صاحب یہ کہتے تھے کہ خدا بھلا کرے اصلاح الرسوم کے مصنف کا کہ ہم کو رسموں کی تفصیل یاد نہ رہی تھی اس میں ہم عورتوں کے محتاج تھے، اصلاح الرسوم میں بہت تفصیل کے ساتھ تمام رسموں کو لکھ دیا ہے بس اب ہم اسی کو دیکھ دیکھ کر سب کام کرتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس بندۂ خدا نے اصلاح الرسوم سے یہ کام لیا حالانکہ اس میں تو رسموں کی خرابیاں ظاہر کی گئی ہیں اور ہر رسم

کا گناہ ہونا بتلایا گیا ہے مگر اس ظالم نے اس مضمون کو تو چھوڑ دیا اور صرف رسموں کا بیان دیکھ لیا کہ فلاں وقت یوں ہوتا ہے اس کے بعد یہ ہوتا ہے۔ تو اب بھی لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلیں۔ جب سارا گھر بار نیلام ہوجائے گا اس وقت شریعت کے موافق شادی کرنے کی سوجھے گی۔ صاحبو! شادیوں میں بہت اختصار کرنا چاہئے تاکہ بعد میں افسوس نہ ہو کہ ہائے ہم نے یہ کیا کیا اگر کسی کے پاس بہت زیادہ ہی رقم ہو تو اس کو اس طرح برباد کرنا مناسب نہیں بلکہ دنیا دار کو کچھ رقم جمع کرنا بھی چاہئے اس سے دل کو اطمینان رہتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ صاحب اسباب کو کچھ رقم اپنے پاس نفس کے بہلاوے کے لیے جمع رکھنی چاہئے اس سے دل مطمئن رہتا ہے اور طاعات میں یکسوئی نصیب ہوتی ہے۔ صاحب اسباب کے پاس اگر رقم جمع نہ ہو تو اس کا دل پریشان رہتا ہے جس سے دین کے کاموں میں بھی خلل پڑتا ہے۔ ہاں جس کو توکل کی قوت نصیب ہو وہ جمع نہ کرے بلکہ خوب اللہ کے نام پر لٹائے تاکہ ثواب بھی ملے مگر فضول روپیہ برباد نہ کرو۔

فضول رسوم

ایک کوتاہی عورتوں میں یہ ہے کہ یہ غمی میں بھی بہت اسراف کرتی ہیں بھلا وہاں خرچ کا کیا موقع وہ تو کوئی افتخار کا وقت نہیں، بلکہ عبرت کا موقع ہے مگر ان کے یہاں غمی میں بھی خاصی بارات کا اہتمام ہوتا ہے پھر حیرت تو ان جانیوالیوں پر ہے کہ جہاں کسی کے گھر موت ہوئی اور یہ گاڑیاں لے کر اس کے گھر پہنچ گئیں، اب اس غریب پر ایک تو موت کا صدمہ تھا ہی دوسرا یہ وبال سر پر آ کھڑا ہوا کہ آنیوالیوں کے کھانے کی فکر کرے، پان چھالیہ کا انتظام کرے گاڑی کے گھاس دانہ کا اہتمام کرے پھر اگر ذرا بھی کسی بات میں کوتاہی ہوگئی تو آنیوالیاں طعنے دیتی ہیں کہ ہم گئے تھے ہمیں پان بھی نصیب نہ ہوا بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ یہ وقت تمہارے ناز نخرے پورا کرنے کا تھا یا اس بیچاری پر مصیبت کا وقت تھا مگر ان کی بلا سے ان کے ناز نخرے کسی وقت کم نہیں ہوتے۔ حالانکہ اس وقت تو یہ مناسب تھا کہ آنیوالیاں اپنا دال آٹا ساتھ باندھ کر لاتیں

اور گھر والوں سے کہہ دیتیں کہ اس وقت تم ہماری فکر نہ کرو تم خود مبتلائے رنج ہو جب کبھی خوشی کا موقع ہوگا ہماری خاطر مدارات کرلینا باقی اس وقت تو ہم اپنا انتظام خود ہی کریں گے اور یہ تو بہت ہی سخت بے حیائی ہے کہ وہاں جا کر بھی اپنے سارے معمولات پورے کریں کہ نہ پان میں فرق آوے نہ چائے میں۔ بلند شہر میں ایک رئیس زادے کے باپ کا انتقال ہوگیا تھا ان کے اعزہ چاروں طرف سے جمع ہوگئے اور ایک برات سی ان کے گھر پر آ گئی۔ رئیس زادے نے سب کے لیے عمدہ عمدہ کھانے پکوائے۔ جب کھانا چنا(۱) گیا تو اس نے مہمانوں سے کہا کہ مجھے کچھ عرض کرنا ہے پہلے میری بات سن لیجئے پھر کھانا شروع کیجئے۔ سب لوگ ہاتھ روک کر بیٹھ گئے۔ اس نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ اس وقت مجھ پر کیسا سانحہ گزرا ہے اس وقت میرے والد ماجد کا سایہ میرے سر پر سے اٹھ گیا ہے اور سب جانتے ہیں کہ باپ کا سایہ اٹھ جانے سے کیسا صدمہ ہوتا ہے تو کیا یہی انصاف ہے کہ مجھ پر تو یہ مصیبت گزرے اور تم آستین چڑھائے مرغن کھانا کھانے کو تیار ہوگئے کیوں صاحب یہی ہمدردی ہے بس مجھ کو جو کہنا تھا کہہ چکا اب کھانا شروع کیجئے، بھلا اب کون کھاتا جب سر پر جوتیاں پہلے ہی پڑ گئیں۔ سب لوگ دستر خوان سے اٹھ کھڑے ہوئے اور رئیس زادے نے غربا کو بُلا بھیجا کہ بیٹھو کھاؤ، تمہارے کھانے سے میرے باپ کی روح کو بھی ثواب پہنچے گا اور یہ برادری کے کھاتے پیتے لوگ آستین چڑھا کر بیٹھ گئے ان کے کھانے سے ان کو کیا ثواب ملتا اور میری رقم برباد ہوجاتی۔ غرض غریبوں نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور دعا دیتے ہوئے چلے گئے۔ اس کے بعد برادری کے چند معزز لوگ ایک طرف جا کر بیٹھے اور غمی کی رسوم میں مشورہ کرنے لگے۔ سب نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ واقعی یہ رسمیں بالکل عقل کے خلاف ہیں اور شریعت کے خلاف تو ہیں ہی ان سب کو یک لخت موقوف کردینا چاہئے۔

کسی نے ان رئیس زادے سے کہا کہ میاں جب تم کو کھانا کھلانا منظور نہ تھا تو پہلے ہی سے یہ بات کہہ دی ہوتی اتنا انتظام ہی تم نے کیوں کیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ اگر میں یہ انتظام نہ کرتا اور کھانا تیار کرنے سے پہلے یہ بات کہتا تو لوگ یوں کہتے کہ

(۱) دستر خوان لگایا گیا۔

اپنی بچت کے لیے یہ بات نکالی ہے۔ اب کسی کا یہ منہ نہیں رہا کہ مجھے یہ الزام دے سکے۔ کیونکہ میں نے کھانے عمدہ سے عمدہ تیار کرادیئے تھے۔ جس سے معلوم ہوگیا کہ مجھے اپنی بچت منظور نہ تھی بلکہ محض اس بے ہودہ رسم کا بے ہودہ ہونا ظاہر کرنا تھا۔

واقعی اس شخص نے خوب کیا اگر دو چار آدمی اسی طرح کریں تو یہ سب رسمیں موقوف ہوجاویں۔ مگر ایسا کرنے کے لیے ہمت کی ضرورت ہے۔ ہر ایک کی ایسی ہمت نہیں ہوتی۔ جب کسی کے گھر پر آدمی پہنچ جاتے ہیں تو وہ شرما شرمی ان کا انتظام کرتا ہی ہے۔ مگر جانے والوں کو خود اس کا خیال کرنا چاہئے۔

خلاصہ

یہ تو نمونہ ہے عورتوں کی کوتاہیوں کا، ان سے بچنے کا، ان کو اہتمام کرنا چاہئے یہاں تک تو گویا وَاتَّقُوا اللّٰہَ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو) کا بیان ہوا۔ کیونکہ تقویٰ کے معنی معاصی سے بچنے ہی کے ہیں۔ نمونہ کے طور پر میں نے چند معاصی کی فہرست گنادی ہے اور یہ تو وہ باتیں ہیں جو اس وقت میرے ذہن میں بے تکلف آگئیں۔ اسی پر دوسرے اعمال کو قیاس کرلیں۔ کیونکہ ہمارے اکثر اعمال کوتاہی سے خالی نہیں۔ اگر کوئی عورت یہ خیال کرے کہ اس آیت میں تو تقویٰ کا امر اول مردوں کو ہے اور ان کے واسطہ سے ہم کو ہے مگر کہیں خاص ہم کو بھی حکم ہوا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں خاص عورتوں کو بھی اس کا حکم ہوا ہے۔ حق تعالیٰ سورۂ احزاب میں فرماتے ہیں: وَاتَّقِيْنَ اللّٰہَ جو کہ صیغہ جمع مؤنث حاضر کا ہے اس میں خاص عورتوں ہی کو خطاب ہے اب تو سوال نہیں رہا۔

عورتوں کے لیے نیک صحبت کا طریقہ

اب میں دوسرے جزو كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (اور دین میں سچے اور پکے لوگوں کے ساتھ رہو) کے متعلق کچھ مختصر بیان کرتا ہوں (کیونکہ وقت کم رہ گیا ہے نماز عصر قریب ہے) اس جزو کا حاصل تو یہی ہے کہ اس میں کمال دین حاصل کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے کہ تم کاملین اور راسخین فی الدین (۱) کے ساتھ ہوجاؤ۔ مردوں کو تو اس طریقہ پر عمل کرنا آسان ہے اب قابل غور یہ ہے کہ عورتوں کے لیے اس کا طریقہ کیا

(۱) جو دین میں کامل اور پختہ کار ہیں۔

ہے؟ اور یہ سوال واقعی بہت ضروری ہے۔ سو جواب یہ ہے کہ اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ عورتیں بھی انہیں بزرگوں سے فیض حاصل کریں جن سے مرد فیض حاصل کرتے ہیں۔ مگر یہ ذرا دشوار ہے کیونکہ اول تو مردوں اور عورتوں کا ساتھ کیا۔ دوسرے پردہ کی وجہ سے شیخ کو ان سے مناسبت کامل نہیں ہوسکتی اور بدوں مناسبت کے نفع کامل نہیں ہوتا اور بزرگوں کے سامنے آنا اور ان سے پردہ نہ کرنا جائز نہیں۔ ہاں جن عورتوں کا باپ یا خاوند قابل ہو وہ ان سے فیض حاصل کرسکتی ہیں۔ مگر سب کے تو باپ اور شوہر کامل نہیں اس لیے یہ طریقہ کافی نہیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مرد کامل مردوں سے فیض لیں اور عورتیں کامل عورتوں سے اور اصل قیاس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ جس طرح مردوں کو حکم ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ) اسی طرح عورتوں کو حکم دیا جاوے کُنَّ مَعَ الصّٰدِقَاتِ (تم سچی عورتوں کے ساتھ ہوجاؤ) مگر اس پر سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا عورتیں بھی کامل ہوسکتی ہیں؟ جواب یہ ہے کہ ہاں قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں بھی کامل ہوسکتی ہیں کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مردوں کو صَادِقِیْنَ فرمایا ہے، اسی طرح عورتوں کو صَادِقَات فرمایا ہے، چنانچہ سورۂ احزاب کی ایک آیت اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الآیۃ۔ (مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں) میں نے ذرا دیر ہوئی پڑھی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے وَالصّٰدِقِیْنَ والصّٰدِقَاتِ (سچے مرد اور سچی عورتیں) اور صَادِقِیْنَ کے معنی کاملین کے ہیں تو صَادِقَات بمعنی کاملات ہوا۔ اس سے عورتوں کے بھی کامل ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور واقعی عورتوں کی اصلاح کا سب سے اچھا طریق یہ ہے کہ جو عورتیں کامل ہوں یہ ان کی صحبت میں رہیں۔ مگر افسوس ہے ہمارے طبقہ اناث (۱) پر کہ آج کل ان میں کامل بہت کم ہیں۔

جب میں نے جزاء الاعمال لکھی تو اس میں میں نے چند بزرگوں کے نام کی فہرست لکھی تھی کہ عام لوگ ان میں سے کسی کے ساتھ وابستہ ہوجاویں۔ اس وقت میرا جی چاہا کہ چند عورتوں کے نام بھی لکھوں تاکہ عورتیں ان سے فیض حاصل کریں۔ مگر

(۱) عورتوں کا طبقہ

عورتوں میں کوئی ایسی نظر ہی نہ پڑی جس کا نام میں اطمینان کے ساتھ لکھ دیتا۔ اور بعضی ایسی بھی تھیں جن کے کمال کی خبریں میں سنتا تھا اور اس وقت تک ان کے متعلق کوئی بات بے اطمینانی کی نہ تھی مگر ان کا نام لکھنے سے چند وجوہ سے رُکا۔

۱۔ یہ کہ ان کے کمالات عورتوں ہی کی زبانی سنے تھے خود مجھ کو ان کے کمال کی تحقیق نہ تھی اور نہ تحقیق کی کوئی صورت تھی، بخلاف ان بزرگوں کے جن کے نام شائع کئے گئے تھے کہ ان سب سے میں خود مل چکا تھا اور عورتوں کے بیانات پر مجھے وثوق نہ ہوا[۱] کہ نہ معلوم یہ اپنے ذہن میں کمال کسے سمجھتی ہوں گی اور کس کو کامل کہتی ہوں گی۔ ان سے یہ بھی بعید نہیں کہ ناقص کو کامل سمجھتی ہوں۔

۲۔ اگر عورتوں کا نام کاملات کی فہرست میں شائع ہوا تو ایسا نہ ہو کہ مردوں کو بھی ان سے اعتقاد ہو جائے اور بعضے مردان سے فیض حاصل کرنے جاویں۔

۳۔ ممکن ہے کہ عورتیں دور دراز سے ان کی ملاقات وزیارت کے لیے سفر کریں اور ایسا ضرور ہوتا اور میں عورتوں کے لیے سفر کو پسند نہیں کرتا اور جب عورتیں سفر کر کے ان کے پاس آتیں تو ان بے چاری کاملات کو آنے والیوں کی خاطر مدارات اور مہمانی کرنی پڑتی جس سے ان پر بار ہوتا۔

۴۔ پھر آنے والیوں کی خاطر مدارات کے متعلق ان کاملات میں اور ان کے شوہروں میں نزاع ہوتا[۲]۔ شوہر جھلاتا کہ میرے گھر یہ روز روز گاڑیاں کیسی آنے لگیں۔ مردوں کو روز روز عورتوں کے آنے سے پردہ وغیرہ کی تکلیف ہوتی، ان کی آزادی میں خلل پڑتا۔

۵۔ اس قدر رجوعات سے کہیں ان کاملات کا دماغ نہ بڑھ جاتا کیونکہ یہ تعظیم وتکریم وہ بلا ہے کہ اس کے ساتھ کامل سے کامل مرد کو بھی سنبھلنا دشوار ہوتا ہے۔ عورتوں کا دماغ تو بہت ہی بڑھ جاتا ہے کہ ہاں ہم بھی کچھ ہیں۔ تو ان بے چاریوں کا تھوڑا بہت جو کچھ کمال تھا وہ بھی اس تکبر کے بدولت زائل ہو جاتا۔

خیر وجوہ تو میرے ذہن میں بہت سی آئیں مگر سب سے زیادہ مانع پہلی وجہ تھی

(۱) اعتماد نہ ہوا (۲) لڑائی ہوتی۔

کہ ان کے کمالات عورتوں ہی کی زبانی سنے ہوئے تھے اس لیے پوری طرح وثوق نہ ہوا(۱)۔ اور حقیقت میں میرا خیال صحیح نکلا۔ کیونکہ میں نے جن مردوں کو کاملین میں شمار کیا تھا الحمد للہ اس وقت تک قریب قریب میں ان سب کے کمالات کا معتقد ہوں اور بجز ایک دو کے باقی سب ایسے ہیں کہ ان کی بابت کوئی بات خلاف کمال مجھے معلوم نہیں ہوئی اور جن عورتوں کے متعلق میں نے کامل ہونے کی خبریں سنی تھیں قریب قریب اس وقت میں ان میں سے کسی کا معتقد نہیں رہا کیونکہ ہر ایک میں کچھ نہ کچھ بات بعد میں معلوم ہوئی۔ اس لیے میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اس وقت میں نے ان کے نام شائع نہ کئے ورنہ شائع ہوجانے کے بعد اب بڑی وقت ہوتی۔ چنانچہ ان ہی میں سے ایک مسماۃ ایک قصبہ کی رہنے والی بھی تھیں جن کو میں نے کاملات میں شمار کرنے کا قصد کیا تھا۔ ان کا نام جنت تھا شاید اب تو وہ مرگئی ہیں۔ اس وقت ان کی حالت بہت اچھی سننے میں آرہی تھی کہ بہت نیک ہیں سوائے نماز روزہ اور تسبیح کے ان کو اور کوئی کام نہیں تھا۔ لڑکیوں کو پڑھایا بھی کرتی تھیں مگر اخیر میں وہ بجائے جنت کے دوزخ بن گئیں۔

اسی قصبہ میں کچھ زمانہ سے ایک بے نکاحی عورت نے فتنہ برپا کر رکھا ہے اپنے آپ کو ولی اور بزرگ ظاہر کرتی ہے۔ مردوں عورتوں کو مُرید کرتی ہے۔ اور کسی سے شادی نہیں کرتی۔ اس کم بخت کے ایک بچہ بھی بدوں خاوند کے ہوا جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ جس طرح مریم علیہا السلام کے عیسیٰ علیہ السلام بدوں باپ کے ہوئے تھے۔ اسی طرح میرے بھی بدوں باپ کے بچہ ہوگیا نعوذ باللہ۔ مگر عورتوں کی جہالت دیکھئے کہ باوجود ایسی بے حیائی اور بدکاری کے پھر بھی اس کی معتقد ہیں اور اس کو پیرانی کا لقب دے رکھا ہے۔ حیرت یہ ہے کہ بعضے مردوں کی عقل پر بھی پتھر پڑ گئے کہ پڑھ لکھ کر ڈوب گئے اور اس کے معتقد بن گئے اور ان تمام بدکاریوں اور بے حیائیوں کی تاویل کرنے لگے۔ (خدا کرے غارت کرے قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۱۲ جامع)(۲) وہ بی جنت بھی اخیر عمر میں ایسی بے حیا عورت کی معتقد ہوگئی تھیں اور اس کی مرید بن گئی تھیں اور ان کے سامنے جو کوئی اس کی بُرائی کرتا اور ان کو بے وقوف بناتا کہ تم

(۱) اعتماد نہ ہوا (۲) ''اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے کہاں جا رہے ہیں''

ان کی مرید کیوں ہوگئیں تو وہ اس کہنے والے کو بے وقوف بناتیں اور اسے کوسنے دیا کرتیں۔

غرض آخیر میں وہ بالکل مسخ ہوگئی تھیں (خدا مغفرت کرے) تو جن عورتوں کو میں نے کامل سنا تھا کچھ دنوں بعد اکثروں کا ناقص ہونا معلوم ہوگیا۔ تو اب یہ صورت تو عورتوں کی اصلاح کی ہو نہیں سکتی کہ وہ آپس میں اپنی ہم جنس عورت سے فیض حاصل کریں اب دو ہی صورتیں ہیں۔

اصلاحِ نسواں کی پہلی صورت

ایک یہ کہ جن کے محارم میں سے کوئی کامل ہو وہ اس سے مستفیض ہوں جس کا خاوند کامل ہو وہ اپنے خاوند سے فیض حاصل کرے مگر اس میں یہ مشکل ہے کہ شوہر تو بعض جگہ غلام ہے ورنہ برابر کا دوست تو ہے ہی۔ شوہر کی تعظیم وتکریم عورتیں اس درجہ نہیں کرتیں جتنی مربی کی تعظیم ہونی چاہئے اور بدوں اس کے فائدہ نہیں ہوسکتا۔

دوسرے بیوی کو شوہر سے ویسا اعتقاد بھی نہیں ہوتا جیسا دوسروں سے اعتقاد ہوتا ہے گو اپنا شوہر کتنا ہی بڑا کامل ہو، ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے گھر میں جو پہلی بیوی تھیں باوجودیکہ حضرت کی بہت فرمانبردار تھیں مگر بیعت ہونے کو وہ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے کہتی تھیں اور حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ آپ حضرت حاجی صاحب سے کیوں نہیں بیعت ہوجاتیں، بھلا حضرت کے ہوتے ہوئے مجھ سے بیعت ہونا کیا مناسب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حاجی صاحب کے کمال میں شبہ نہیں مگر میں ان سے بیعت نہیں ہوتی میں تو آپ سے ہی بیعت ہونا چاہتی ہوں (پھر معلوم نہیں کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ان کو بیعت کیا یا نہیں مگر دیکھ لیجئے کہ ان کو حاجی صاحب سے بیعت ہونا منظور نہ تھا بلکہ ان کے خلفاء سے بیعت کی درخواست کرتی تھیں)

اور حضرت حاجی صاحب کی دوسری بیوی تو سنا ہے کہ بہت ہی نیک تھیں۔ جن عورتوں نے ان کو دیکھا ہے وہ کہتی ہیں کہ حاجی صاحب میں اور ان میں صرف اتنا فرق تھا کہ حضرت مرد تھے اور وہ عورت تھیں اور کچھ فرق نہ تھا۔ سنا ہے کہ وہ مثنوی کو بھی خوب

سمجھتی تھیں اور یہ دوسری بیوی حضرت حاجی صاحب کی منگیتر تھیں۔ پہلے ان سے حضرت کی منگنی ہوئی تھی مگر حضرت کے انکار کی وجہ سے نکاح نہ ہوا تھا۔ کسی دوسرے سے نکاح ہوگیا تھا۔ پھر شوہر اول کے بعد حضرت حاجی صاحب نے ان سے دوسرا نکاح کرلیا تھا۔

اصلاحِ نسواں کی دوسری صورت

تو اگر خاوند سے بھی فیض حاصل نہ کرسکیں اور اپنے محارم میں بھی کوئی کامل نہ ہوتو اب دوسری صورت یہ ہے کہ بزرگوں کی کتابوں اور ان کے ملفوظات ومواعظ کا مطالعہ کیا جائے بزرگوں کی تصانیف اوران کے ملفوظات میں بھی وہی اثر ہوتا ہے جو ان کی صحبت میں ہوتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

چوں کہ گل رفت وگلستاں شد خراب بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب
چوں کہ خورشید و مارا کرد داغ چارہ نبود در مقامش از چراغ(۱)

یہ مشاہدہ ہے کہ اہل اللہ کے کلام میں نور ہوتا ہے اور ملحدوں کے کلام میں ظلمت ہوتی ہے۔ گو بزرگوں کی کتابوں کی عبارت سادی ہوتی ہے ان میں عبارات آرائی نہیں ہوتی مگر ان کے مطالعہ سے نور قلب میں پیدا ہوتا ہے اور جو لوگ متبع شریعت نہیں ہیں ان کی کتابوں کی عبارت گو کیسی ہی شستہ ہو مگر باطن میں اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے گو ان میں تمام باتیں دین ہی کی ہوں مگر الفاظ چونکہ ان کے اپنے ہیں اس لیے وہ ظلمت سے خالی نہیں ہوتے جس کے دل میں کچھ بھی ادراک ہے وہ اس فرق کو ضرور محسوس کریگا اسی طرح اہل اللہ کی تقریر میں بھی ایک نور ہوتا ہے جو غیر اللہ کے کلام میں نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ کے صاحب زادے تحصیل علم کے لیے کہیں باہر گئے، جب فارغ ہوکر واپس ہوئے اور پورے عالم ہوگئے تو اپنے والد صاحب کے پاس آئے انہوں نے ان سے فرمایا کہ تم وعظ کہو۔ چنانچہ صاحب زادے نے وعظ کہا اور بڑے بڑے عالی مضامین بیان کئے مگر کسی پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔

(۱) ''جب پھولوں کا موسم چلا جائے تو اب اس کی خوشبو گلاب سے حاصل کرنی چاہئے۔ گلاب میں بھی پھول کی خوشبو مل سکتی ہے اسی طرح آفتاب چھپ جائے تو اب چراغ سے روشنی حاصل کرنی چاہئے''

جب وعظ کہہ چکے تو ان کے والد صاحب ممبر پر تشریف لائے اور وعظ سے پہلے انہوں نے اپنا واقعہ اسی رات کا بیان فرمایا کہ رات ہم نے روزہ کی نیت کی تھی سحری کے لیے کچھ دودھ رکھدیا تھا۔ مگر بلی آئی اور سارا دودھ پی گئی۔ بس اتنا ہی بیان فرمایا تھا کہ ساری مجلس تڑپنے لگی۔ اس کے بعد ان بزرگ نے اپنے صاحب زادے سے فرمایا کہ صاحب زادے سننے والے پر قلب کا اثر پڑا کرتا ہے، الفاظ کا اثر نہیں ہوتا۔ تم نے اب تک علم الفاظ حاصل کیا ہے اب قلب کے اندر بھی اس علم کو پہنچانا چاہئے۔ اہل اللہ کے کلام سے ضروری نہیں کہ آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں، بلکہ اہل دل کے کلام سے سامعین کے دل آنسوؤں سے بھر جاتے ہیں۔

غرض تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ بزرگوں کی تصانیف سے بھی قریب قریب وہی فائدہ ہوتا ہے جو ان کے پاس رہنے سے ہوتا ہے گو بالکل اس کے برابر نہ ہوگا مگر اس کے قریب ضرور ہوگا تو اگر عورتوں کو بزرگوں کی صحبت میسر نہ آسکے تو ان کے ملفوظات اور احوال موجود ہیں ان کو دیکھتی رہا کریں (۱)۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کمال ضرور حاصل ہوگا اور مردوں کو بھی بزرگوں کی تصانیف اور ان کے ملفوظات واحوال کا مطالعہ کرتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ ہر شخص کو اتنی مہلت نہیں ملی جو ان کے پاس جا کر رہے۔ عارف شیرازی رحمۃ اللہ علیہ گویا اسی زمانہ کے واسطے یہ فرما گئے ہیں:

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است صراحی مئے ناب وسفینہ غزل است (۲)

صراحی مئے ناب سے مراد ذکر وشغل اور طاعات وعبادات ہیں اور سفینہ غزل سے مراد اہل عشق کے ملفوظات ہیں۔ اس میں حضرت حافظؒ کے کتاب کو رفیق بتلایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو فائدہ رفیق سے ہوتا ہے وہ اس سے بھی ہوتا ہے اور شیخ

(۱) حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے مواعظ پڑھنے سے بھی یہی فائدہ ہوتا ہے۔ اگر شروع میں سمجھ میں نہ آئیں تو پڑھنا ترک نہ کریں حاشیہ کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کریں تقریباً ۲۰ وعظ سمجھ کر پڑھنے سے سمجھ آنے شروع ہوجاتے ہیں علماء نے لکھا ہے کہ اگر ساٹھ (۶۰) وعظ بغرض اصلاح پڑھ لے تو ان شاء اللہ اصلاح بھی ہوجائے گی (خلیل) (۲) ''اس زمانہ جو رفیق خلل سے خالی ہے وہ کتاب ذکر وشغل طاعت وعبادت اور بزرگوں کے ملفوظات ہیں''

بھی رفیق طریق ہوتا ہے تو جس کو شیخ میسر نہ ہو وہ کتابوں کو رفیق بنائے۔

پس الحمد للہ کہ اس سوال کا جواب ہر پہلو سے مکمل ہوگیا کہ عورتوں کے لیے معیتِ صادقین کی کیا صورت ہوگی؟ حاصل جواب کا یہ ہوا کہ جن کے محارم میں کوئی کامل نہ ہو وہ اس کی تلاش کریں کہ کوئی عورت کامل فی الحال ملے تو اس کی صحبت سے فائدہ اٹھائیں اور جس کو دونوں باتیں میسر نہ ہوں تو وہ بزرگوں کے کلام اور ملفوظات اور قصص واحوال کا مطالعہ کریں اب عورتوں کے لیے بھی اس آیت کا بیان مکمل ہوگیا اور میں نے ان کو بھی کمال دین حاصل کرنے کا آسان سے آسان طریق بتلا دیا۔ اب آگے ان کی ہمت ہے کہ عمل کریں یا نہ کریں۔

ایک علمی اشکال اور اس کا جواب

پس مضمون تو ختم ہوگیا اب اسکا ایک ذُنابہ رہ گیا(۱)۔ اس کو بیان کرکے میں اپنی بات ختم کردوں گا۔ وہ ذُنابہ (۲) ایک طالب علمانہ اشکال کا جواب ہے جس کو طلباء واہل علم خود سمجھ لیں گے۔ اشکال یہ ہے کہ قرآن سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں کامل ہوسکتی ہیں: اَلصَّادِقِیۡنَ وَالصَّادِقَاتِ (سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں) اس پر دلالت کررہا ہے اور ایک حدیث میں بھی ہے کَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ کَثِیۡر وَلَم یَکمَل مِنَ النِسَاءِ اِلَّا مَرۡیَمَ بِنتَ عِمرَانَ وَاٰسِیَۃَ اِمۡرَأَۃَ فِرعَونَ وَفَضلُ عَائِشَۃَ علی النِسَاءِ کَفَضلِ الثَّرِیۡدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ۔ (۳)

جس کا حاصل یہ ہے کہ مردوں میں تو بہت لوگ کامل ہوئے لیکن عورتوں میں مریم علیہا السلام اور آسیہ فرعون کی بیوی کے اور کوئی کامل نہ ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت ہے تمام کھانوں پر اس سے علماء نے حضرت عائشہؓ کا کمال بھی سمجھا ہے کہ وہ کامل ہیں۔

بہرحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں کامل ہو بھی سکتیں ہیں اور اس کا

(۱) اس کی دم رہ گئی یعنی مختصر سی بات باقی ہے (۲) وہ مختصر بات (۳) الصحیح للبخاری ۴: ۱۹۳، الصحیح لمسلم فضائل الصحابہ ب: ۱۲ رقم ۷۰ مشکوٰۃ: ۵۷۲۴

وقوع بھی ہوا گو ان میں کامل افراد بہ نسبت مردوں کے کم ہیں مگر ایک حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ عورتیں کامل ہو ہی نہیں سکتیں۔ وہ حدیث یہ ہے کہ آپ نے ایک بار عورتوں کو خطاب کرکے فرمایا تھا مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدٰ۔(۱)

اس پر عورتوں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری عقل اور دین میں کیا نقصان ہے؟ آپ نے فرمایا کیا عورتوں کی گواہی مردوں کی آدھی گواہی کے برابر نہیں ہے؟ انہوں نے کہا بے شک۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو ان کی عقل کا نقصان ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر شمار کی گئی ہے اور کیا جب تم کو حیض آتا ہے تو تم نماز روزہ چھوڑ کر نہیں بیٹھ جاتیں؟ انہوں نے کہا بے شک! فرمایا کہ یہ تمہارے دین کا نقصان ہے۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ناقص ہونے کا جو سبب بیان فرمایا ہے وہ ایسا سبب ہے جس سے کوئی عورت بھی خالی نہیں۔ لہٰذا لازم آتا ہے کہ عورتوں میں کوئی بھی کامل نہ ہو سکے۔ حالانکہ قرآن اور دیگر احادیث سے ان میں بھی کاملات کا وجود معلوم ہوتا ہے۔ یہ اشکال عرصہ سے میرے ذہن میں تھا مگر اس کا کوئی شافی جواب اب تک ذہن میں نہ آیا تھا۔ اسی لیے اس اشکال کو اب تک میں نے کہیں بیان نہ کیا کہ خواہ مخواہ دوسروں کو بھی کیوں پریشانی میں ڈالوں الحمد للہ اس وقت جواب ذہن میں آگیا اس لیے میں نے اشکال کو بھی بیان کر دیا اور جواب بھی عرض کرتا ہوں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ کمال کی دو قسمیں ہیں ایک کمالِ اختیاری ایک کمال غیر اختیاری۔ اسی طرح نقصان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک اختیاری ایک غیر اختیاری اور انسان مکلف ہے تحصیل کمال اختیاری کا جو کہ امر مکتسب ہے(۲) اور مکلف ہے ازالہ نقصان(۳) اختیاری کا جو اس کی قدرت میں داخل ہے اور کمال غیر اختیاری کی تحصیل اور نقصان غیر

(۱)"میں نے عورتوں سے بڑھ کر کوئی ناقص العقل اور ناقص الدین ایسا نہیں دیکھا جو ہوشیار مرد کی عقل کو جلدی زائل کر دیتا ہوں"، الصحیح للبخاری: ۱/ ۸۳ (۲) جس کو وہ حاصل کر سکتا ہے (۳) اختیاری نقصان کو دور کرنے کا پابند ہے۔

اختیاری سے اجتناب کا انسان مکلف نہیں (۱)

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (۲) لیکن یہ ضرور ہے کہ کمال غیر اختیاری کے حاصل نہ ہونے سے عورتوں کو گناہ نہ ہوگا لیکن گناہ نہ ہونے سے اس کا موجب نقصان نہ ہونا لازم نہیں۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے نہ ہونے سے گناہ نہیں ہوتا۔ لیکن نقصان ضرور ہے (مثلاً ایک آدمی میں طبعاً بزدلی اور خوف بہت زیادہ ہے جس کی وجہ سے وہ جہاد نہیں کرسکتا اس صورت میں اس کو گناہ تو نہیں ہوگا لیکن یہ نقصان ضرور ہے اور مجاہدین کے برابر وہ شخص نہیں ہوسکتا۔ ۱۲)

پس قرآن میں جو عورتوں کو کامل کہا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کمال مکتسب (۳) کا درجہ اس کو حاصل ہوسکتا ہے اور حدیث میں جو ان کو ناقصات الدین کہا گیا ہے اس میں نقصان غیر اختیاری کو بیان کیا گیا ہے اور کمال مکتسب ونقصان غیر اختیاری (۴) کے جمع ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ اب یہ سوال رہا کہ دوسری حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ مردوں میں تو بہت کامل ہوئے اور عورتوں میں بجز مریم علیہا السلام وحضرت آسیہ کے اور کوئی کامل نہیں ہوا۔ اس سے ادراک ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کمال کا وہی درجہ تھا جو مردوں میں تھا (کیونکہ جس کمال کو مردوں کے لیے ثابت کرکے عورتوں سے اس کی نفی کی گئی ہے۔ حدیث میں صیغہ استثناء کے ساتھ اسی کمال کو ان دونوں کے لیے ثابت کیا گیا ہے۔ اگر یہ مطلب نہ ہو تو ان کے استثناء کرنے کے کچھ معنی نہ ہوں گے ۱۲) اور جب یہ مطلب ہوا کہ ان دونوں کو کامل مردوں کے برابر کمال حاصل تھا تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان میں نقصان عقل ونقصان دین کا وہ سبب غیر اختیاری موجود نہ تھا جو دوسری عورتوں میں موجود ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ممکن ہے ان میں وہ نقصان غیر اختیاری موجود نہ ہو اور خدا تعالیٰ کی قدرت سے یہ کچھ بعید نہیں۔ دوسرے ممکن ہے کہ ان میں بھی نقصان غیر اختیاری ہو لیکن ان میں کمال اختیاری اس درجہ کا ہو جس سے اس

(۱) غیر اختیاری کمال کو حاصل کرنے اور غیر اختیاری نقصان سے بچنے کا انسان پابند ہی نہیں ہے (۲) ''اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے'' سورۃ البقرۃ:۲۸۶ (۵) اختیاری کمال کے حصول کا درجہ (۱) اور ایک آدمی میں اختیاری کمال اور غیر اختیاری نقصان جمع ہوسکتے ہیں

نقصان غیر اختیاری کی تلافی ہوگئی ہو۔

اب میں اس مضمون کی زیادہ تفصیل نہیں کرتا۔ بعض لوگ سمجھ گئے ہیں بس اتنا ہی کافی ہے جن کی سمجھ میں نہ آیا ہو وہ ان سے سمجھ لیں۔ حضرت حاجی صاحب بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے کہ کسی دقیق مضمون کی تقریر ایک بار فرمادیا کرتے اس کے بعد اگر کوئی اس کے متعلق سوال کرتا تو آپ فرمادیتے کہ فلاں شخص اس کو خوب سمجھ گیا ہے۔ اس سے سمجھ لو۔ البتہ یہاں ایک سوال اور رہ گیا میں اس کو بھی حل کردینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس تقریر سے تو یہ معلوم ہوا کہ نقصان غیر اختیاری بھی موجبِ نقص ہے حالانکہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نقصان غیر اختیاری موجب نقص نہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی شخص کا کوئی وِرد ہو (۱) اور وہ سفر کرے یا بیمار ہوجائے اور سفر یا بیماری کی وجہ سے وِرد ناغہ (۲) ہوجائے تو حق تعالیٰ ملائکہ سے فرماتے ہیں کہ اس کا ثواب پورا ہی لکھو یعنی سفر اور بیماری میں گو وِرد ناغہ ہوجاتا ہے (۳) مگر ثواب ان دنوں کے برابر ہی ملتا ہے جن میں وِرد ناغہ نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر اختیاری عذر کی وجہ سے اگر اعمال میں کمی آوے تو ثواب کم نہیں ہوتا۔ پھر اس کی کیا وجہ کہ حیض وغیرہ میں عورتوں کی نماز ناغہ ہوتی ہے تو اس کو نقصان کا سبب شمار کیا گیا وہ بھی تو اعذار غیر اختیاری ہیں بلکہ بظاہر ان کا غیر اختیاری ہونا سفر سے زیادہ ہے کیونکہ سفر من وجہ اختیاری ہے اور من وجہ غیر اختیاری (۴) یعنی سفر شروع کرنے کے بعد تو اوقات پر قبضہ نہیں رہتا اور مجبوراً اوراد ناغہ ہوجاتے ہیں (۵) لیکن سفر کا شروع کرنا تو اختیاری امر ہے (۶)۔ اگر ہم سفر ہی نہ کرتے تو اس کی نوبت نہ آتی۔ پس سفر انتہاء (۷) غیر اختیاری ہے اور ابتداء اختیاری ہے۔ یہ سوال میرے ذہن میں ابھی آیا ہے اور جواب بھی اسی وقت ذہن میں آگیا وہ یہ کہ عذر کی دو قسمیں ہیں ایک عذر اتفاقی دوسرے عذر مستمر (۸)۔ قانون شریعت میں غور

---

(۱) کوئی معمول ہو (۲) معمول ناغہ ہوجائے (۳) اگرچہ معمول ناغہ ہوجاتا ہے (۴) سفر ایک درجہ میں اختیاری ہے اور ایک درجہ میں غیر اختیاری (۵) معمولات ناغہ ہوتے ہیں (۶) فعل (۷) پس سفر شروع کرنا تو اختیاری ہے پھر انجام کے اعتبار سے غیر اختیاری (۸) ایک ایسا عذر جو اتفاقاً کبھی کبھی ہو اور ایک ایسا عذر جو مستقل رہتا ہو۔

کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عذر اتفاقی وعذر مستمر میں فرق ہے [۱]۔ عذر اتفاقی سے ثواب کم نہیں ہوتا اور عذر مستمر موجب نقصان اجر ہوتا ہے [۲]۔ چنانچہ موت سے بڑھ کر عذر غیر اختیاری کون سا ہوگا لیکن نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ موت سے اجر وثواب منقطع ہوجاتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ دو شخص ایک ساتھ اسلام لائے اور دونوں کے اعمال بھی برابر تھے۔ ان میں سے ایک صاحب تو کسی غزوہ میں شہید ہوگئے اور دوسرے ان کے بعد ایک ہفتہ کے فاصلہ سے انتقال کر گئے۔ صحابہ کو یہ خیال ہوا کہ پہلا شخص شہید ہوکر مرا ہے اور یہ بستر پر مرا ہے اس لیے شاید اس کا درجہ اس سے کم رہے تو انہوں نے دوسرے کے حق میں یہ دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ الحِقۡهُ بِصَاحِبِہٖ کہ اے اللہ! اس کو بھی اس کے ساتھی کے درجہ میں پہنچا دیجئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَاَیۡنَ صَلٰوتُهٗ وَصِیَامُهٗ وَقِیَامُهٗ بَعۡدَهٗ اَوۡ کَمَا قَالَ۔ [۳]

کہ اس نے جو اس کے بعد ہفتہ بھر نمازیں پڑھیں ہیں اور روزے رکھے ہیں اور تہجد کی نماز پڑھی ہے یہ اعمال کہاں چلے گئے یعنی تم نے اس کے لیے پہلے شخص کے برابر ہونے کی کیوں دعا کی۔ اس نے جو اس کے بعد اعمال کئے ہیں ان کا ثواب بھی تو اس کے نامہ اعمال میں لکھا گیا ہے تو یہ اس سے بڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس شخص کے بارے میں تصریحًا بھی فرمایا کہ واللہ دونوں کے درجہ میں ایسا تفاوت ہے جیسا زمین وآسمان کے درمیان میں (رہی یہ بات کہ پہلا شہید تھا اور یہ شہید نہیں ہوا تو اس سے اس کا درجہ کم ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ شہادت کے لیے تیار تھا جہاد میں دونوں شریک ہوئے تھے۔ اب یہ اور بات ہے کہ اس کا وقت آگیا تھا وہ شہید ہوگیا اس کا وقت نہ آیا تھا یہ قتل نہ ہوا۔ مگر نیت دونوں کی برابر تھی اس لیے شہادت کا اجر اس کے لیے بھی ہے ۱۲) اس سے صاف معلوم ہوا کہ موت سے اجر منقطع ہوجاتا ہے اور ایک حدیث میں اس سے بھی زیادہ تصریح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یَنۡقَطِعُ اَجۡرُ الۡمُؤۡمِنِ بِمَوۡتِہٖ اِلَّا مِنۡ ثَلٰثٍ [۴]

(۱) احکام شریعت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اتفاقی عذر اور مستقل عذر میں فرق ہے (۲) اتفاقی عذر سے ثواب میں کمی نہیں آتی اور عذر مستقل سے ثواب میں کمی واقع ہوتی ہے (۳) مسند أحمد: ۴/۲۱۹

(۴) ''مومن کا اجر موت سے منقطع ہوجاتا ہے بجز تین کے'' کتاب التمہید لابن عبدالبر: ۲۱۳، بلفظ آخر۔

پس مرض اور سفر اتفاقی عذر ہیں ان سے اجر (۱) کم نہیں ہوتا اور حیض ونفاس وغیرہ عذر مستمر ہیں (۲) اور عذر مستمر (۳) سے اجر کم ہوجاتا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ عذر اتفاقی ابتداء عمل (۴) کے وقت ذہن میں نہیں ہوتا۔ جب آدمی کوئی عمل بہ نیت مداومت (۵) شروع کرتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ بات ہرگز نہیں ہوتی کہ اگر میں سفر میں جاؤں گا یا بیمار ہوجاؤں گا۔ تو یہ عمل نہ کروں گا۔ کیونکہ سفر اور مرض عارضی امور ہیں۔

اصل حالت یہی ہے کہ انسان تندرست رہے اور اپنے گھر میں رہے اس لیے نیتِ دوام کی (۶) باقی رہتی ہے۔ پھر جب اتفاقاً عذر پیش آتا ہے تو اس کو ثواب پورا ملتا ہے۔ دوسرے یہ کہ سفر اور مرض کا کوئی خاص وقت نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ آدمی برسوں بھی سفر نہ کرے نہ بیمار ہو، اس لیے ایام سفر ومرض کو عمل سے مستثنیٰ کرنے کی طرف التفات نہیں ہوسکتا (۷)۔

پس وہ دن بھی اس کے ذہن میں عمل ہی کے لیے مقرر تھے مگر اتفاق سے ناغہ ہوگیا بخلاف حیض ونفاس وغیرہ کے کہ یہ اعذار مستمرہ ہیں (۸) نیز اکثر ان کے اوقات بھی معین ہوتے ہیں۔ پس عورتیں جب نماز پڑھنا شروع کریں گی ان کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ حیض ونفاس کے وقت نماز کو چھوڑ دیں گے تو ان کی نیت دوام کی نہیں ہوتی۔ یہ نیت کسی عورت کی نہیں ہوتی کہ میں ان دنوں میں بھی نماز پڑھوں گی۔

ایسے ہی موت کا آنا یقینی ہے گو وقت معلوم نہیں مگر ہر شخص جس کام کو شروع کرتا ہے اس کی نیت یہی ہوتی ہے کہ جب تک زندہ ہوں یہ کام کرتا رہوں گا۔ یہ نیت کوئی نہیں کرتا کہ موت کے بعد بھی عمل کرتا رہوں گا اور اگر کوئی ایسی نیت کرے تو وہ معتبر نہیں کیونکہ وہ محض الفاظ ہی الفاظ ہیں نیت اور عزم کا درجہ اس میں کبھی نہیں ہوسکتا

---

(۱) ثواب (۲) عذر مستقل ہیں (۳) عذر مستقل سے ثواب میں کمی ہوتی ہے (۴) عمل شروع کرتے وقت اتفاقی عذر ذہن میں نہیں ہوتا (۵) کوئی عمل ہمیشہ کرنے کی نیت سے شروع کرتا ہے (۶) ہمیشہ عمل کرنے کی نیت باقی رہتی ہے (۷) سفر اور مرض کے زمانے میں عمل نہ کرسکے گا اس کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا (۸) یہ مستقل عذر ہیں۔

اور اس نیت کی ایسی مثال ہوگی جیسے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا تھا کہ مجلس املاء (۱) میں سب لوگ سوال کرتے ہیں تم کچھ سوال نہیں کرتے۔ اس نے کہا ان شاء اللہ تعالیٰ اب سے سوال کیا کروں گا۔

چنانچہ ایک دن حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ روزہ غروب کے ساتھ فوراً افطار کرنا چاہئے تو وہ طالب علم صاحب پوچھتے ہیں کہ حضرت اگر کسی دن غروب ہی نہ ہو تو الخ۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ بس آپ خاموش ہی رہیں آپ کو بولنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے کسی کے یہاں بہو آئی تھی وہ بولتی نہ تھی ساس کو بہت رنج تھا کہ ہائے بہو گونگی آئی بولتی ہی نہیں۔ جب ساس نے اس کو بہت سمجھایا بجھایا کہ لڑکیاں تو بولتی ہوئی اچھی لگا کرتی ہیں تو بولتی کیوں نہیں؟ تو ایک دن آپ یہ بولیں کہ ساس سے کہنے لگیں کہ میں تم سے یوں پوچھوں کہ اگر تمہارا بیٹا مر گیا تو تم میرا دوسرا نکاح بھی کردوگی یا یوں ہی ساری عمر بٹھائے رکھوگی۔ ساس نے کہا بس بی تو چپ ہی رہا کر مہینوں میں بولی تھی تو یہ پھول جھڑے، آگے کو نہ معلوم کیا ستم ڈھائے گی؟ ایسے ہی وہ طالب علم صاحب تھے کہ یا تو سوال ہی نہ کرتے تھے اور سوال کیا تو یہ کہ حضرت بھلا اگر آفتاب غروب ہی نہ ہو جیسے یہ قضیہ شرطیہ مہمل ہے (۲) جس میں مقدم کا وجود ہی نہیں ہوسکتا جب تک کہ عالم کا بقاء ہے اسی طرح اگر کوئی مرد یہ نیت کرے کہ اگر میں نہ مرا تو ساری عمر نماز پڑھتا رہوں گا۔ یہ قضیہ بھی مہمل ہے جس کا شریعت میں اعتبار نہیں۔ شرط وہی معتبر ہوسکتی ہے جس کا وقوع بھی عادتاً ہوتا ہو۔

پس یہ عذر نیت دوام کو مانع ہے (۳) اور سفر و مرض نیت دوام کو مانع نہیں اس لیے جب وہاں دوام کو نیت ہوسکتی ہے تو ثواب بھی مرض و سفر میں اس نیت کی وجہ سے ملے گا اور عذر نسوانی اور موت قاطع نیت دوام ہیں (۴) اس لیے وہاں ان اعذار کے

(۱) جس مجلس میں امام صاحب شاگردوں کو مسائل لکھواتے تھے (۲) جیسے یہ ایک بے ہودہ شرط ہے کہ اگر سورج غروب نہ ہو تو کیا کریں کیونکہ جب تک یہ دنیا موجود ہے سورج طلوع و غروب ہوتا رہے گا (۳) پس یہ عذر ہمیشہ عمل کرنے کی نیت کے لیے رکاوٹ ہے (۴) حیض و نفاس کا عذر اور موت ہمیشہ عمل کرنے کی نیت کو منقطع کرنے والے ہیں۔

وجود سے ثواب منقطع ہوجائے گا۔ یہ وجہ ہے حیض ونفاس کے سبب ہونے کی اور سفر ومرض کے سبب نقصان نہ ہونے کی خوب سمجھ لو۔

خلاصہ کلام

بحمداللہ اب یہ مبحث مکمل ہوگیا اور تمام شبہات زائل ہوگئے۔ اور دلائل سے معلوم ہوگیا کہ عورتیں بھی کامل ہوسکتی ہیں یعنی کمال مکتسب ان کو حاصل ہوسکتا ہے گو اس کے ساتھ ایک نقصان غیر اختیاری بھی رہے اور ان کے لیے کمال کا طریقہ یہ ہے کہ اول تو وہ کتابیں دیکھیں جن میں مسائل واحکام شرعیہ کا ذکر ہے ان کو دیکھ کر ہر عمل کے کامل کرنے کا طریقہ معلوم کریں اور جن اعمال میں کوتاہی ہورہی ہے اس کی اصلاح کریں یہ تو اصل طریقہ ہے اور اس میں آسانی پیدا کرنے کے لیے یہ طریق ہے کہ اگر کوئی مرد کامل اپنے محارم میں مل جائے تو اس کی صحبت سے فائدہ اٹھائیں اس سے اپنے اخلاق وعادات کی اصلاح کا طریقہ پوچھ کر دل کی اصلاح کریں اور اگر کوئی مرد ایسا نہ ملے تو کسی کاملہ کی صحبت میں رہیں۔ اگر کوئی کاملہ بھی نہ ملے تو اپنے گھر کے مردوں کی اطلاع اور اجازت سے کسی دوسرے بزرگ سے بذریعہ خط وکتابت کے اپنی اصلاح کا تعلق رکھیں اور اس کو اپنے حالات سے اطلاع دیتی رہیں۔ جو کچھ وہ لکھیں اس پر عمل کریں اور اپنے گھر ہی میں رہیں اور اس کے پاس جانے کی زحمت نہ اٹھاویں۔ ہاں اپنے گھر پر بزرگوں کے قصے ان کے حالات اور ملفوظات اور ان کی تصانیف کا مطالعہ جاری رکھیں۔ اس سے بھی وہی نفع ہوگا جو پاس رہنے سے ہوا کرتا ہے اور اگر مردوں میں سے بھی کسی کو بزرگوں کے پاس جانے کی فرصت نہ ہو وہ بھی اسی طریقہ پر عمل کریں جو میں نے عورتوں کو بتلایا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرح ان کا بھی دین کامل ہوجائے گا۔

پس اصل طریقہ کمال فی الدین کا تحصیل تقویٰ ہے (۱) اور اس کی تیسیر وتسہیل کا طریقہ معیت کاملین ہے (۲)۔ یہ خلاصہ ہے تمام بیان کا۔ اب میں ختم کرتا ہوں

(۱) دین میں کمال حاصل کرنے کا اصل طریقہ تقویٰ اختیار کرنا ہے (۲) اس میں آسانی کاملین کی معیت سے ہوجاتی ہے

کیونکہ عصر کی نماز قریب ہے۔ گو بعضے مضامین اب بھی ذہن میں باقی ہیں مگر اول تو وقت نہیں، دوسرے ضروری باتیں بیان ہو ہی چکی ہیں اس لیے ان مضامین کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں پھر کسی موقع پر دیکھا جائے گا۔ اب دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ ہم کو فہمِ سلیم اور عمل کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين و صلى الله تعالى على سيدنا و مولانا محمد و على أله و اصحابه اجمعين![1]

---

(۱) اللہ تعالیٰ تمام قارئین کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

خلیل احمد تھانوی

۲۹ مارچ ۲۰۱۹ء

أخبار الجامعة

محمد منیب صدیقی

ادارۃ أشرف التحقیق۔ جامعہ دار العلوم الاسلامیۃ۔ لاہور

۱۔ جامعہ میں رواں سال کے داخلے مکمل ہو چکے ہیں جس میں ملک کے مختلف مقامات سے طلباء داخل ہوئے اور بحمد اللہ تعلیمی سال ۱۴۴۰ھ بمطابق 2019ء کا باقاعدہ آغاز ہو گیا ہے امسال 22 شوال بمطابق 26 جون بروز بدھ کو افتتاح بخاری سے تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ اللہ رب العزت اس گلشن کو یوں ہی آباد رکھے۔ آمین

۲۔ گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی کاروباری طبقہ اور بڑی عمر کے افراد کے لئے دراسات دینیہ (دوسالہ نصاب تعلیم) کا اہتمام کیا گیا ہے امسال بحمد اللہ شام کی کلاس کے ساتھ صبح کے وقت بھی حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم کی اجازت سے کلاس کا اہتمام کیا گیا ہے جس کے باقاعدہ داخلہ کے لئے خواہشمند حضرات دفتر انتظام سے رابطہ کریں۔

۳۔ گزشتہ رمضان عشرہ اخیرہ کے دوران حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم اور ڈاکٹر حافظ رشید احمد تھانوی نے سعودی حکومت کی دعوت پر عمرے کی سعادت حاصل کی۔ مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام دو عالمی کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ پہلی سہ روزہ کانفرنس ''رواداری اور اعتدال'' کے موضوع پر منعقد ہوئی جس میں دنیا کے 15 ممالک سے تقریباً 1200 علماء کرام نے شرکت فرما کر اس عظیم کانفرنس کو کامیاب بنایا۔ پاکستان سے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا زاہد الراشدی، مولانا قاری حنیف جالندھری ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان، مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور اور مفتی منیب الرحمن چیئرمین رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان سمیت تقریباً 50 علماء کرام اور وفاقی وزیر مذہبی امور نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں جامعہ کی نمائندگی رئیس جامعہ حضرت ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی صاحب دامت برکاتہم

اور استاذ القراءات ڈاکٹر حافظ رشید احمد تھانوی صاحب نے کی۔

دوسری کانفرنس رابطہ عالم اسلامی کے ذیلی ادارہ الهيئة العالمية للكتاب والسنة کے زیر اہتمام المجلس العالمی لشیوخ الاقراء کے تیسرے سالانہ اجتماع کے عنوان سے منعقد ہوئی، اس مجلس کا آغاز حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم کی تلاوت سے ہوا جس میں دنیا کے مختلف ممالک سے قراء کرام نے شرکت فرمائی اور مختلف قرآنی موضوعات پر مقالات پیش کیے گئے۔ اس مجلس میں پاکستان کی نمائندگی حضرت ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی اور ڈاکٹر حافظ رشید احمد تھانوی نے کی اور حضرت قاری صاحب نے ''قرآنی اجازات وسندات کی تصدیق کنندہ عالمی کمیٹی کے طریقہ کار'' کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔ واضح رہے کہ علوم القرآن والقراءات کے موضوع پر یہ مجموعی طور پر چوتھا سالانہ اجتماع تھا۔ اس سے قبل پہلا سالانہ اجتماع ۲۰۱۳ء جو کہ ملتقى كبار قراء العالم الإسلامی کے عنوان سے ریاض میں ہوا تھا، جس میں حضرت قاری صاحب نے کبار مشائخ الاقراء بالمدرسۃ الہندیۃ کے عنوان پر مقالہ پیش کیا تھا اور ڈاکٹر حافظ رشید احمد تھانوی نے الشيخ أشرف على التهانوی وجهوده فی علمی التجويد والقراءات کے موضوع پر مقالہ پیش کیا تھا۔ نیز دوسرے سالانہ اجتماع کے موقع پر حضرت ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی مدظلہ اور ڈاکٹر حافظ رشید احمد تھانوی نے ''پاکستان میں قرآن کریم کی تدریس اور سندِ اجازت کے طریقہ کار'' کے عنوان سے 65 صفحات پر مشتمل مقالہ پیش کیا تھا۔

آخری اجتماع میں شرکت کرنے والے تمام قراء کرام نے ایک دوسرے کی اسناد سے استفادہ کیا۔ مؤتمر کے آخری روز شرکاء کی خاص مجلس میں حضرت قاری صاحب مدظلہ کے علاوہ اردن سے محمد عصام مفلح القضاۃ، انڈونیشیا سے الشیخ مداوی معارف بن شمس المعارف، بحرین سے الشیخ ولید حسن جناحی، ترکی سے الدکتور حافظ عثمان شاہین، الجزائر سے الدکتور محمد احمد بورکاب، سعودی عرب سے الدکتور عادل بن ابراہیم رفاعی، سوریا سے الدکتور ایمن رشدی سوید، فرانس سے الشیخ سعید محمد بحدیفی،

فلسطین سے الدکتور حازم سعید حیدر السعید، کویت سے الشیخ عبدالعزیز بن فاضل العنزی، لبنان سے الشیخ محمود بن أحمد العکاوی، مصر سے الشیخ عبدالرافع رضوان الشرقاوی اوریمن سے الدکتور محمد یحیی محمد جمعان نے شرکت فرمائی۔ اس کے علاوہ دنیا بھر میں قرآنی مراکز کے ذمہ داران کا بھی ایک اجلاس منعقد ہوا۔

۴۔ جامعہ کے استاذ ڈاکٹر اشرف علی فاروقی صاحب گزشتہ ماہ قطر کے دورہ پر گئے اوراغذیہ کی حلال سرٹیفکیشن کے حوالہ سے اہم ملاقاتیں کیں۔

۵۔ جامعہ سے شائع ہونے والے حضرت مولانا مشرف علی تھانویؒ کے مواعظ کی پہلی جلد(خطبات عارف) طبع ہوگئی ہے جو 16 مواعظ پر مشتمل ہے۔جو حضرات لینا چاہیں جامعہ کی لائبریری سے خرید سکتے ہیں۔

٦۔ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ کی شہرہ آفاق تصنیف تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری کی آٹھویں جلد(جو کتاب المناقب، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ اور کتاب مناقب الانصار پر مشتمل ہے) بحمد اللہ شائع ہو چکی ہے۔ اگلی جلدوں پر کام جاری ہے جس کی تکمیل کے لئے تمام حضرات سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

۷۔ اس سال بحمد اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں حضرت ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی صاحب دامت برکاتہم (نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ) نے تمام معتکفین کو تجوید کا درس دیا اور قرآن کریم کی تلاوت کی تصحیح کروائی، ایک ایک سورۃ خود پڑھا کر تجوید وقراءات کی غلطیوں کی نشاندہی کی اور اصلاح کروائی۔ اللہ تعالی حضرت کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

۸۔ حسب سابق اس سال بھی شوال المکرم میں حجاج کرام کے لئے تین روزہ حج تربیتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس میں حضرت ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی صاحب دامت برکاتہم نے مختلف نقشہ جات اور حرم شریف کے ماڈل کی مدد سے حج کا مکمل طریقہ سکھایا۔